جلد ۹ || ۲ راحسان ۱۳۳۹ ہش ۷ رذوالحجہ ۱۳۷۹ھ ۲ رجون ۱۹۶۰ء || نمبر ۲۲

اخبار احمدیہ

قادیان ۱ رجون۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت کے متعلق ربوہ سے کوئی تازہ اطلاع موصول نہیں ہوئی البتہ الفضل میں شائع شدہ ۲۸ رمئی بوقت ساڑھے نو بجے صبح کی رپورٹ مظہر ہے کہ

کل دن بھر حضور کو ضعف اور پیچش کی شکایت رہی۔ رات نیند آگئی۔ اس وقت عام طبیعت خدا تعالیٰ کے فضل سے اچھی ہے۔ الحمد للہ۔

احباب جماعت خشوع خضوع اور التزام کے ساتھ حضور ایدہ اللہ کی صحت کاملہ عاجلہ اور درازی عمر کیلئے دعائیں جاری رکھیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے حضور کو جلد صحت یاب فرمائے۔ آمین۔

ربوہ ۲۸ رمئی۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی کی طبیعت گرد اور ریشہ کی تکلیف کے باعث ناساز ہے گو دیگر عوارض میں پہلے کی نسبت افاقہ ہے احباب حضرت ممدوح کی کامل شفایابی کیلئے دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ قبول فرمائے آمین

محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مع اہل و عیال جنوبی ہند کے سفر پر ہیں اللہ تعالیٰ اس سفر و حضر میں سب کا حافظ و ناصر ہو اور بسلامت دار الامان واپس لائے۔ آمین۔

کیا موجودہ حالات میں عید کی قربانی کی جگہ نقد روپیہ تقسیم کرنا مناسب نہیں؟

وقت کے ایک اہم سوال کا مدلل اور معقول جواب

(از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے مدظلہ العالی ربوہ)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی کا تصنیف کردہ ایک مختصر مگر جامع اور مفید رسالہ موسومہ "عید کی قربانیاں" گذشتہ ماہ اکتوبر میں نظارت اصلاح و ارشاد ربوہ کی طرف سے شائع ہوا۔ جس میں عید کی قربانیوں کے پس منظر ان کے وجوب و شرائط۔ اور انکی بھاری حکمتوں کی جامع تفصیلات کے علاوہ ان امکانی خدشات کو بھی معقولی رنگ میں دور کیا گیا ہے جو عصر حاضر کے مغرب زدہ طبقہ کے دل میں دین اسلام کی اس پاک تعلیم کے سلسلہ میں پیدا ہوتے ہیں۔ اسی رسالہ مبارکہ پر بحث ایک اہم سوال کا مدلل جواب عید الاضحیہ کی تقریب سعید کے سلسلہ میں ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔ یہ رسالہ اس قابل ہے کہ نہ صرف احباب جماعت اس کا مطالعہ کریں۔ بلکہ غیر از جماعت اصحاب میں بھی کثرت سے تقسیم کیا جائے۔ تا وہ شریعت غراء کے احکام کی اہمیت اور حکمت سے آگاہ ہو کر اس قسم کے فتنوں کا بچاؤ خود مقابلہ کر سکیں۔ (ادارہ)

ایک اہم سوال

س: کیا موجودہ زمانہ کے حالات کے لحاظ سے یہ مناسب نہیں کہ بھاری تعداد میں جانور قربانی کر کے ضائع کرنے کی بجائے مستحق لوگوں میں نقد روپیہ تقسیم کر دیا جائے جو کئی قسم کی ضرورتوں میں ان کے کام آ سکتا ہے یا یہ روپیہ کسی قومی اور ملکی مصرف میں لگایا جائے؟

جواب

سوال کے متعلق اصولی طور پر تو صرف اس قدر جاننا کافی ہے کہ نقد روپے کی صورت میں غریبوں کی امداد کرنا موجودہ زمانہ کی ایجاد نہیں ہے بلکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی اس کا طریق موجود اور معلوم تھا اور خود قرآن شریف میں بھی جابجا اس قسم کی امداد کی تحریک پائی جاتی ہے۔ تو جب یہ صورت [illegible] یہ طریق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی موجود تھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بے شمار موقعوں پر استعمال بھی فرمایا تو ہر عقل مند انسان آسانی کے ساتھ سمجھ سکتا ہے کہ جب حضرت شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام بلکہ خود ذات باری تعالیٰ نے عید الاضحیٰ کے موقعہ پر نقد روپے یا غلہ وغیرہ (جو آسانی سے نقدی میں منتقل کیا جا سکتا ہے) کی تقسیم کی بجائے قربانی کا نظام قائم کر کے قربانیوں کی تاکید فرمائی (حالانکہ ان کے سامنے نقد روپے اور غلہ وغیرہ کی تقسیم کا طریق موجود تھا) تو لامحالہ اس طریق کے اختیار کرنے میں کوئی خاص مصلحت سمجھی جائے گی۔ ورنہ ایک زیادہ معروف اور زیادہ آسان طریق کو چھوڑ کر قربانی کا طریق کیوں اختیار کیا جاتا؟ پس اگر غور کیا جائے۔ تو در اصل یہ فرق اور یہ امتیاز ہی اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ قربانی کا نظام مقرر کرنے میں خدا اور اس کے مقدس رسول کے سامنے کوئی خاص غرض مقصود تھی۔ اور پھر یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ خدا کے سامنے صرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے حالات پر اطلاع نہیں تھی۔ کیونکہ خدا عالم الغیب ہے۔ اور یقیناً کسی زمانہ کا کوئی امر بھی اس سے پوشیدہ نہیں سمجھا جا سکتا۔ یہ استدلال اور بھی زیادہ مضبوط ہو جاتا ہے۔ جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی دوسری عید یعنی عید الفطر کے موقعہ پر فطرانہ کی صورت میں غلہ یا نقد روپے کی تقسیم کا نظام قائم فرمایا ہے۔ تو جب آپ عید الفطر کے موقعہ پر غلہ یا نقدی کا نظام جاری فرما سکتے تھے۔ تو آپ کے لئے اسی بات میں کیا روک تھی کہ عید الاضحیٰ کے موقعہ پر بھی یہی نظام جاری فرما دیتے؟ پس دونوں عیدوں کے موقعہ پر انفاق فی سبیل اللہ کے طریق میں ایک بین اور نمایاں فرق قائم کرنا اس بات کی قطعی اور یقینی دلیل ہے۔ کہ خواہ ہمیں سمجھ آئے یا نہ آئے یہ امتیاز بہرحال کسی خاص مصلحت کی بنا پر قائم کیا گیا ہے وھو المراد فافھم و تدبر ولا تکن من الممترین۔

کیا قربانیوں کا کوئی بدل بھی اختیار کیا جا سکتا ہے؟

زمانہ حال کے بعض علماء نے گو وہ للہ بہت قلیل تعداد میں ہیں لکھا ہے کہ شریعت نے حج کے موقعہ پر ھدی یعنی دم یا روزے کو ھدی کی اصطلاح سے وہ قربانی مراد ہے جو حاجی لوگ حرم میں کرتے ہیں اور اس کے مقابل پر اضحیہ غیر حاجیوں کی قربانی کا نام ہے جو وہ اپنے گھروں پر کرتے ہیں) کی طاقت نہ رکھنے کی صورت میں اسلام نے روزوں کا کفارہ یعنی بدل مقرر کیا ہے (سورۃ بقرۃ آیت ۱۹۷) جس کی بنا پر کہا جاتا ہے کہ اسی اصول پر بعض حالات میں عید کی قربانی کا بدل بھی اختیار کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح کہا جاتا ہے کہ اگر کسی حاجی کے سر میں تکلیف ہو اور اس کے لئے سر منڈانا ممکن نہ ہو تو اس کے لئے اسلام میں روزہ یا صدقہ کی صورت میں بدل مقرر کیا گیا ہے (سورۃ بقرہ آیت ۱۹۷) اور اس سے یہ بھی استدلال کیا جاتا ہے کہ شریعت نے بہرحال بدل کا اصول تسلیم کیا ہے تو کیوں نہ موجودہ زمانہ کے تقاضا کے مطابق عید کی قربانیوں کا بدل اختیار کر لیا جائے۔ مگر یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ استدلال ایک دھوکے پر مبنی ہے کیونکہ یہ احکام جن کی ذیل میں بدل والے احکام دیئے گئے ہیں۔ حج سے تعلق رکھتے ہیں نہ کہ غیر حاجیوں کی قربانی یعنی اضحیہ سے۔ اور جو امر سے تعلق رکھنے والا حکم بلا دلیل دوسرے حکم پر چسپاں کرنا ہرگز جائز نہیں۔

علاوہ ازیں یہ انتظام خود اس بات کی دلیل ہے کہ غیر حاجیوں کی قربانی کا کوئی بدل نہیں ورنہ جس طرح بعض صورتوں میں ھدی یعنی حج کی قربانی کے لئے بدل رکھا گیا ہے۔ اسی طرح اضحیہ یعنی غیر حاجیوں کی قربانی کا بدل بھی مقرر کیا جا سکتا تھا۔ مگر اس کی بجائے حاجیوں کی قربانی کا بدل مقرر کیا جانا اور غیر حاجیوں کی قربانی کا کوئی

(باقی صفحہ ...)

ملک صلاح الدین ایم اے پرنٹر و پبلشر نے دانا آرٹ پریس امرتسر میں چھپا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا

قادیان میں یوم خلافت کی مبارک تقریب پر جلسہ کا انعقاد

پُرمغز اور ایمان افروز تقاریر

(مرسلہ مکرم بھائی اللہ دین صاحب سیکرٹری تبلیغ جماعت احمدیہ قادیان)

قادیان ۲۹ رمئی۔ لوکل انجمن احمدیہ قادیان کے زیر اہتمام یوم خلافت کی تقریب پر مسجد اقصیٰ میں عظیم الشان جلسہ منعقد کیا گیا جلسہ کی کارروائی ٹھیک آٹھ بجے زیر صدارت حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب فاضل امیر مقامی شروع ہوئی۔ سب سے پہلے مکرم حافظ صلاح الدین صاحب نے تلاوت قرآن مجید کی۔ اس کے بعد مکرم بشیر احمد صاحب ناصر نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منظوم کلام سنایا۔ بعد ازاں محترم صاحب صدر نے جلسہ کی غرض وغایت پر روشنی ڈالی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بعثتوں کا ذکر فرماتے ہوئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال ۲۶ رمئی ۱۹۰۸ء کو ہوا۔ اور ۲۷ رمئی کو سلسلہ خلافت کا اجراء ہوا۔ جس کی یاد میں آج کا جلسہ منعقد کیا جا رہا ہے۔ تقریر جاری رکھتے ہوئے آپ نے بیان کیا کہ ترقی کرنے کا جذبہ انفرادی اور اجتماعی طور پر ہر جگہ اور ملک میں پایا جاتا ہے۔ مسابقت کی روح ہر طبقہ میں موجود ہے۔ یہ ترقی خواہ روحانی ہو یا جسمانی بغیر وحدت کے حاصل نہیں ہو سکتی۔ جن قوموں یا ملکوں میں وحدت پائی جاتی ہے۔ وہ ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہیں۔ اور جو اس وحدت سے محروم ہیں۔ وہ ترقی کے میدان میں پیچھے رہتے چلے جاتے ہیں۔ روحانی ترقی کے میدان میں بھی اسی وحدت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی غرض سے انبیاء کی بعثت ہوتی ہے۔ اگرچہ انبیاء کی بڑی مخالفت ہوتی ہے مگر چونکہ مومنین میں وحدت کی روح پائی جاتی ہے۔ اسلئے وہ انبیاء کی اطاعت گذاری میں ترقی کرتے چلے جاتے ہیں۔ انبیاء کا وجود چونکہ دوسرے انسانوں کی طرح فانی ہوتا ہے۔ اسلئے ان کی وفات کے بعد خلافت کا سلسلہ جاری ہوتا ہے تاکہ انبیاء کے بوئے ہوئے بیج کی نشوونما اور آبیاری کر کے ان کے مقاصد کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا جا سکے آج کا جلسہ بھی اسی غرض کے ماتحت خلافت کی ضرورت۔ اہمیت اور برکات بیان کرنے کیلئے منعقد کیا جا رہا ہے۔

خلافت احمدیہ کے ذریعہ جماعت کی روحانی اور اخلاقی ترقی

صاحب صدر کی افتتاحی تقریر کے بعد مکرم مولوی محمد حفیظ صاحب فاضل نے خلافت احمدیہ کے ذریعہ جماعت کی روحانی اور اخلاقی ترقی کے موضوع پر تقریر فرمائی۔ آپ نے آیت استخلاف کی تلاوت کے بعد خلیفہ کے معنی بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ خلفاء انبیاء کے کام کی تکمیل کرتے ہیں۔ انبیاء کے ذریعہ اللہ تعالےٰ روحانی انقلاب کا بیج بوتا ہے۔ جس کی آبیاری اور نشوونما خلفاء کے ذریعہ ہوتی ہے۔ فاضل مقرر نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات سے وہ اقتباسات سنائے جن میں حضور علیہ السلام نے جماعت احمدیہ کی روحانی واخلاقی ترقی کا ذکر تحدیث بالنعمت کے طور پر فرمایا ہے۔ آپ نے بتایا کہ اسی نہج پر جماعت نے خلافت کے ماتحت ہر میدان میں ترقی کی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالےٰ عنہ عاشق قرآن تھے آپ نے اپنے عہد خلافت میں درس وتدریس اور خطبات وغیرہ کے ذریعہ جماعت کو عاشق قرآن وعامل قرآن بنانے کی ہر طرح سے سعی فرمائی۔ آپ کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کی زیر قیادت ترقی کا ایک وسیع دروازہ کھل گیا۔ اور جماعت نے تعداد کے لحاظ سے دن دگنی اور رات چوگنی ترقی کی۔ حضرت امیر المومنین نے دیگر ادیان پر غلبۂ اسلام کو جماعت کا مرکزی نقطہ قرار دے کر ایک خاص تنظیم کے ماتحت تبلیغ پر زور دینے کی تحریک فرماتے ہوئے ہر فرد کو صحیح اسلامی تعلیم کا حامل بنا دیا۔ آپ نے سینما بینی کی مضرت رسانی کے پیش نظر احمدیہ جماعت کو اس سے منع فرمایا۔ اس سے جہاں جماعت کے اخلاقی معیار کو بلند کر دیا وہاں ان کو اسلام کے لئے مالی قربانیوں کے لئے بھی تیار کر دیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں جس طرح سید عبداللطیف صاحب رضؓ اور مولوی عبدالرحمٰن صاحب رضؓ نے افغانستان میں جام شہادت نوش فرمایا۔ اسی طرح خلافت ثانیہ کے عہد میں بھی بہت سے جانثار احمدیوں نے شہادت کا درجہ حاصل کیا۔ علاوہ ازیں وہ مجاہدین جو غیر ممالک میں تبلیغی میدان میں سربکف ہیں۔ اور۔ اپنا سال کے لئے اپنے اہل وعیال سے جدا رہ کر زندگی بسر کر رہے ہیں ان کی جانی قربانیاں بھی دوسروں کے لئے قابل تقلید ہیں۔

تقریر جاری رکھتے ہوئے فاضل مقرر نے بیان کیا کہ جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں آپ کے صحابہ اطاعت وفرمانبرداری کا مجسمہ تھے۔ اسی طرح خلافت ثانیہ کے عہد میں ۱۹۴۷ء میں درویشوں نے اطاعت کا کامل نمونہ پیش کرتے ہوئے مشکلات کے میدان میں ثابت قدمی دکھائی اسی طرح ۱۹۵۳ء میں پاکستان میں فسادات کے وقت جبکہ خود بیرونی دنیا سے تمام ذرائع منقطع ہو چکے تھے آپ نے فرمایا کہ میرا خدا میری طرف دوڑا چلا آتا ہے۔ اس ایک ہی جملہ سے ہر سننے والے احمدی کی روحانیت اس قدر بلند ہوئی کہ ہر قسم کی مشکلات دور ہو کر مومنین کا خوف اطمینان سے بدل گیا۔ اور آخر میں فی الواقع خدا کو دوڑتا آتا دیکھ لیا۔ تقریر کے خاتمہ پر مقرر نے دعاؤں پر زور دینے کی تحریک کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ ہم سب کو ایسی حالت میں اپنے پاس بلائے کہ ہم سب لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ کے مطابق کامل فرمانبردار ہوں۔

برکات خلافت

دوسری تقریر مکرم محمد عمر صاحب مالاباری متعلم مولوی فاضل کلاس نے برکات خلافت کے موضوع پر کی۔ آپ نے فرمایا کہ دنیا میں کچھ وجود جنہیں انبیاء کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے سورج کی طرح ہوتے ہیں۔ جو کفر وجہالت کی ظلمت کو دور کرتے ہیں۔ اور جس طرح غروب آفتاب کے بعد چاند طلوع ہوتا ہے۔ اسی طرح انبیاء کی وفات کے بعد خلفاء یعنی چاند کفر وضلالت کی ظلمت کو دور کرتے ہیں۔ اس لئے جیسا کہ قرآن مجید میں جو کام انبیاء کے بیان کئے گئے ہیں۔ وہی کام خلفاء کے بیان ہوئے ہیں۔ انبیاء کا ایک کام اللہ تعالےٰ نے تلاوت آیات یعنی تبلیغ بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ خلافت ثانیہ کے دور میں احمدیت کی تبلیغ چاردانگ عالم میں پھیل چکی ہے اور دنیا کا کوئی ملک ایسا نہیں جو تبلیغ اسلام سے روشناس نہ ہوا ہو۔ اور آج مخالف اخبارات تک احمدی مبلغین کے کارناموں کی مدح سرائی میں رطب اللسان ہیں۔ اس کی تائید میں مقرر نے شیعہ اخبار رضوان ۹ رمئی ۱۹۶۱ء کا حوالہ پڑھ کر سنایا۔ جس میں امریکن پادری ڈاکٹر بلی گراہم کے مقابلہ میں احمدی مبلغین کے چیلنج وغیرہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ تقریر جاری رکھتے ہوئے مقرر نے بتایا کہ تنظیم اور کامل اطاعت جماعتی ترقی کے لئے نہایت ہی ضروری امور ہیں جو خلافت کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔ خلافت کے ماتحت ہر جماعت اپنے آپ کو ایک مضبوط قلعہ میں محفوظ سمجھتا ہے چنانچہ ۱۹۴۷ء کے خونچکاں حالات کے موقعہ پر تمام پنجاب مسلمانوں سے خالی ہو گیا مگر یہ خلافت کی برکت ہی ہے کہ جماعت احمدیہ اپنے دائمی مرکز سے آج بھی اعلائے کلمۃ اللہ میں معروف ہے۔ خلافت ثانیہ کی برکات کا ذکر کر (باقی صفحہ پر)

عیدالاضحیہ کے موقعہ پر

قادیان میں قربانی دینے کا انتظام

حسب دستور سابق اس سال بھی بیرونجات کے احباب کے لئے اس بات کا انتظام کیا گیا ہے کہ اُن کی خواہش کے مطابق قادیان کی مبارک بستی میں عید کے موقعہ یہاں کی طرف سے قربانی کا جانور ذبح کیا جا سکے۔ اسلئے ایسے احباب جلد از جلد امیر مقامی کے نام پر اپنی قربانی کے جانور کی قیمت جس کا ۳۰ روپے کے قریب اندازہ کیا گیا ہے بھیج دیں تاکہ ان کی طرف سے بروقت قربانی کا انتظام کیا جا سکے۔

عید کے موقعہ پر قادیان میں دی گئی قربانی جہاں آپ کی قلبی مسرت کا موجب ہے وہاں اس سے قادیان کے درویش بھی فائدہ اُٹھا سکیں گے۔ کیونکہ ان میں سے اکثر بوجہ حالات کی ناسازگاری کی وجہ سے خود قربانی دینے کی استطاعت نہیں رکھتے اور بیرونجات کے احباب کی طرف سے جو جانور اس جگہ ذبح کیا جائے گا درویشان کرام بھی اس کے گوشت سے استفادہ کر سکتے ہیں۔

پس احباب کو اس طرف خاص توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

خاکسار عبدالرحمٰن امیر مقامی قادیان

روحانی زندگی کے قیام کیلئے ضروری ہے کہ جماعت احمدیہ کی ہر نسل خلافت کے ذریعہ اپنے آپ کو خدا تعالیٰ سے وابستہ رکھے

ہمارا خدا ایک زندہ اور طاقتور خدا ہے جو آدم سے لیکر اب تک ہر زمانہ میں لوگوں کی ہدایت کے سامان پیدا کر رہا ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے اہم ارشادات۔ فرمودہ ۲۵ جون سنہ ۱۹۴۲ء بمقام قادیان۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی یہ ایک غیر مطبوعہ تقریر ہے۔ جو حضور نے ۲۵ جون ۱۹۴۲ء کو بعد نماز عصر ایک تقریب کے موقعہ پر قادیان میں فرمائی اور حال ہی میں اخبار الفضل ۲۴ مئی سنہ ۶۱ء میں شائع ہوئی ہے افادۂ احباب کے لئے نقل جاتا ہے۔ (ادارہ)

تشہد و تعوذ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:۔

انسانی زندگی

بھی اللہ تعالیٰ نے عجیب بنائی ہے اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا ساری ہی چیزیں اپنی جگہ پر ضروری بھی ہیں۔ اور غیر ضروری بھی۔ جو خالصۃً ضروری چیز ہے۔ وہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے۔ ہر چیز اپنے وقت میں اور اپنے ماحول میں ضروری نظر آتی ہے اور یوں معلوم ہوتا ہے۔ کہ گویا وہ ایک مرکز ہے دنیا کا۔ جس کے گرد ساری دنیا چکر لگا رہی ہے مگر باوجود اس کے پھر ایک وقت پر وہ چیز جاتی رہتی ہے۔ ایک اثر اور ایک نشان تو وہ ایک عرصہ کے لئے چھوڑ جاتی ہے لیکن دنیا پھر بھی جاری ہی رہتی ہے۔ پھر نئے وجود دنیا میں پیدا ہو جاتے ہیں۔ جن کے متعلق لوگ یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ شاید ان کے بغیر اب دنیا نہیں چل سکتی۔ پھر وہ مٹ جاتے ہیں۔ اور کچھ دیر کے لئے وہ اپنا اثر اور نشان چھوڑ جاتے ہیں۔ مگر پھر خدا کی طرف سے اس وقت کے ماحول کے ساتھ لوگوں کو ایک مشابہت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اس کے بعد وہ خیال کرتے ہیں کہ اب یہ نئے وجود نہایت ضروری ہیں۔

جب اللہ تعالیٰ نے

حضرت آدم علیہ السلام

کو دنیا میں پیدا کیا۔ اس وقت ابھی دنیا کی ابتداء تھی۔ ابھی لوگوں کو یہ معلوم نہ تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ کیسی کیسی مخلوق دنیا میں بھجوانے والا ہے۔ خدا کا تازہ کلام اور ان معنوں میں تازہ کلام کہ اس کی شکل میں اس سے پہلے نازل نہیں ہوا تھا۔ آدم پر اُترا۔ ان لوگوں کے لئے ابھی امکانیات سے باہر اور کوئی دلیل ایسی نہ تھی۔ جس کی بنا پر وہ سمجھتے کہ یہ کلام پھر بھی دنیا میں اترے گا۔ اور انسان اپنے تجربہ کا غلام ہوتا ہے جس وقت آدم کے ساتھی یہ خیال کرتے ہوں گے کہ آدم بھی ایک دن اس دنیا سے گذر جائے گا۔ وہ وقت ان کے لئے کیسا تکلیف دہ ہوتا ہوگا۔ ان کے لئے

کوئی مثال موجود نہ تھی

کہ آدم کا قائمقام کوئی اور آدمی بھی ہو سکتا ہے۔ وہ خدا تعالیٰ کے سارے فضلوں کو آدمؑ میں ہی مرکوز دیکھتے تھے اور آدمؑ سے بڑھ کر کسی اور وجود میں ان فضلوں کا مشاہدہ کرنا ان کے نزدیک خام خیالی تھی۔ کیونکہ اور کوئی انسان انہوں نے نہیں دیکھا تھا۔ جو آدمؑ سے بڑھ کر ہوتا۔ غرض آدم جس کی تعلیم کا نشان سوائے قرآن کے اور کہیں نہیں ملتا۔ آدم جس کی تربیت کا نشان دنیا کی کسی تاریخ سے مہیا نہیں ہوتا۔ وہ ان لوگوں کے لئے اپنے زمانہ کے لحاظ سے ایسا ہی ضروری تھا۔ جیسے حیات کے قیام کے لئے غذا اور پانی ضروری ہوتا ہے۔ وہ آدمؑ کو اپنی روحانی حیات کے قیام کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ اور روحانی حیات کو آدمؑ کا نتیجہ قرار دیتے تھے۔ مگر ایک دن آیا۔ جب خدا کی قدرت نے آدمؑ کو اٹھا لیا۔ آدم کے مومنوں پر

وہ کیسا تکلیف کا دن ہوگا

وہ کس طرح تاریکی اور خلا اپنے اندر محسوس کرتے ہوں گے۔ مگر وہ نسل گذری۔ اور اس نسل کی نسل گذری۔ اور اسی طرح کئی نسلیں گذرتی چلی گئیں اور آدم کی قیمت ان کے دلوں سے کم ہو گئی یہاں تک کہ وہ اس وجود کو بھی بھول گئے۔ جس کی وجہ سے آدم کی قدر و قیمت تھی یعنی انہوں نے خدا تعالیٰ کو بھی بھلا دیا۔ اس سے قطع تعلق کر لیا۔ اور ان کی ساری کوششیں دنیا میں ہی محدود ہو گئیں۔ تب خدا نے نوحؑ کو دنیا میں بھیجا۔ یا کم سے کم ہمارے لئے جس شخص کے ذکر کی ضرورت سمجھی گئی ہے۔ وہ نوحؑ ہی ہے۔ درمیان میں بعض اور وجود بھی آئے ہوں گے۔ مگر وہ اہم وجود جس کا قرآن نے ذکر کیا نوحؑ ہی ہے۔ [illegible]

[illegible]

[illegible] نوحؑ کے زمانہ میں جو لوگ اس پر ایمان لائے کس طرح انہیں محسوس ہوتا ہوگا۔ کہ وہ تاریکی سے نکل کر نور کی طرف آ گئے ہیں۔ وہ تنہائی کی زندگی کو چھوڑ کر ایک نبی کی صحبت سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔

خدا تعالیٰ کا تازہ کلام

اور اس کی معرفت کی باتیں سُن کر ان کے اندر کیسی زندگی پیدا ہوتی ہوگی۔ کیسا یقین پیدا ہوتا ہوگا۔ کتنی خوشی ہوتی ہوگی کہ کس طرح انہوں نے یہ غلط خیال کر لیا تھا کہ خدا تعالیٰ کا کلام اور اس کا نور اب دنیا میں نہیں آئے گا۔ وہ سوچتے ہوں گے کہ ہم کس طرح دنیا میں مشغول تھے کہ خدا کا ہاتھ پھر ہماری طرف لمبا ہوا۔ اور اس نے ہمیں تاریک گڑھوں سے نکال کر معرفت کی روشنی میں کھڑا کر دیا۔ لیکن اس زمانہ کے لوگ یہ بھی خیال کرتے ہوں گے کہ نوحؑ جیسی نعمت کے بعد اور کیا نعمت ہوگی کونسی برکت ہوگی جو اس کے بعد بھی آئے گی۔ وہ خیال کرتے ہوں گے کہ خدا تعالیٰ کی آخری نعمت ہم کو حاصل ہو گئی۔ اب ہماری زندگیاں خوشی کی زندگیاں ہیں۔ اب ہم علیحدگی اور تنہائی کی بدمزگیوں سے بچ سکیں گے اب

خدا ہمارے ساتھ ہے

اور ہم خدا کے ساتھ ہیں۔ لیکن پھر ایک زمانہ آیا۔ جب خدا کی حکمت کاملہ نے نوحؑ کو اٹھا لیا۔ اس وقت نوحؑ کے ماننے والوں کی جو کیفیت ہوگی۔ اسے ہم تو سمجھ سکتے ہیں۔ جنہیں ایک نبی کی جماعت میں شامل ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ مگر دوسرے لوگ اس کا اندازہ بھی نہیں لگا سکتے۔ کس طرح چمکتا ہوا سورج ان کے لئے تاریک ہو گیا ہوگا۔ کس طرح نورانی چاند ان کے لئے اندھیرا ہو گیا ہوگا۔ کس طرح اللہ تعالیٰ کا روشن چہرہ جو ہر وقت ان کی آنکھوں کے سامنے رہتا تھا۔ انہیں دھندلکے میں چھپا ہوا دکھائی دینے لگا ہوگا۔ اور کس طرح وہ یہ خیال کرتے ہوئے ہوں گے۔ کہ دنیا اب ہلاکت کے گڑھے میں گر گئی۔ لیکن ابھی نوحؑ کا پیدا کردہ ایمان لوگوں کے دلوں میں موجود تھا اس ایمان کی وجہ سے وہ خیال کرتے ہوں گے کہ جس طرح آدمؑ کے بعد اللہ تعالیٰ نے نوحؑ کو کھڑا کر دیا۔ اسی طرح شاید نوحؑ کے بعد بھی اللہ تعالیٰ کسی اور کو کھڑا کر دے

پس وہ ایک ہلکی سی امید اپنے دل میں رکھتے ہوں گے۔ مگر یہ امید اپنے ساتھ ایسا غم رکھتی ہوگی۔ ایسا درد اور ایسا اضطراب رکھتی ہوگی۔ جس کی مثال انبیاء کی جماعتوں کے باہر اور کہیں نہیں مل سکتی۔ پھر خدا تعالیٰ کے نفس سے نہ معلوم کتنے عرصہ کے بعد کتنے تغیرات کے بعد کتنی چھوٹی چھوٹی روشنیوں کے بعد ابراہیمؑ کو پیدا کیا اور پھر وہی کیفیت جو نوحؑ کے زمانہ میں گذری تھی۔ ابراہیمؑ کے زمانہ میں دکھائی دینے لگی۔ اب لوگوں کی وہ غفلت دیکھ کر خدا نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ پے در پے اپنے انبیاء لوگوں کی ہدایت کے لئے بھیجے۔ چنانچہ ابراہیمؑ کے بعد اسحاقؑ کو ایک ملک میں اور اسمٰعیلؑ کو دوسرے ملک میں کھڑا کیا گیا۔ پھر یعقوبؑ آئے پھر یوسفؑ آئے اور

یہ سلسلہ چلتا چلا گیا

اور لوگ نور ہدایت سے منور ہوتے

رہے۔ مگر پھر ایک ایسا وقت آیا جب دنیا تاریکی کے گڑھے میں گر گئی۔ گمراہی میں مبتلا ہوگئی۔ خدا تعالےٰ کے تازہ نشانات سے محروم ہوگئی۔ اور یہ دور ضلالت جاری رہا۔ یہاں تک کہ حضرت موسےٰ علیہ السلام کا زمانہ آیا اور انہوں نے بندوں کا خدا سے پھر ایک تازہ عہد باندھا۔ اس کے بعد پے در پے انبیاء لوگوں کی ہدایت کے لئے آتے رہے۔ داؤدؑ آئے سلیمانؑ آئے۔ الیاسؑ آئے۔ یحییٰؑ آئے اور آخر میں ہمارے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے۔ جس طرح آدمؑ کے زمانہ میں لوگوں کو یہ احساس تھا کہ خدا نے ایک نیا نور پیدا کیا ہے ایک نئی چیز دنیا میں ظاہر کی ہے۔ اور خیال کرتے تھے کہ ایسی چیز پھر دنیا میں کب آسکتی ہے۔ وہ اپنے تجربہ کے مطابق آدمؑ کو ہی اول الانبیاء اور آدمؑ کو ہی آخر الانبیاء سمجھتے تھے اسی طرح کا احساس رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں لوگوں کے دلوں میں پیدا ہونا شروع ہوگیا

بات یہ ہے

کہ سارے ہی نبی اتنے پیارے ہوتے ہیں کہ ہر نبی کی اُمت یہی سمجھ لیتی ہے کہ یہ نبی آخری نبی ہے۔ قرآن کریم میں ذکر آتا ہے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام فوت ہوگئے تو ان کی قوم نے کہا کہ اب یوسفؑ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا۔ حقیقت یہ ہے کہ انبیاء خدا تعالےٰ کی مہربانی اور اس کی شفقت اور اس کی عنایت اور اس کی رأفت کا ایسا دلکش نمونہ ہوتے ہیں کہ ان کو دیکھنے کے بعد لوگ یہ خیال بھی نہیں کر سکتے کہ ایسے وجود دنیا پھر بھی پیدا کر سکتی ہے۔ لیکن رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود تو ایسا تھا جس کے متعلق یہ دعوےٰ بھی موجود تھا کہ آپؐ خاتم النبیین ہیں اور آپؐ کی شریعت آخری شریعت ہے۔ خدا تعالےٰ کے نزدیک تو

اس کے یہ معنے تھے

کہ آپؐ آخری شرعی رسول ہیں اور یہ کہ اب دنیا میں جو بھی رسول اور مصلح آئے گا وہ آپؐ سے روحانی فیض حاصل کرکے اور آپؐ کا غلام اور شاگرد بن کر آئے گا۔ مگر جو دیکھنے والے تھے جن کو ابھی آئندہ کا تجربہ نہیں تھا اُن میں سے بعض شاید یہی سمجھتے ہوں کہ آپؐ دنیا کیلئے آخری روشنی ہیں۔ اور وہ یہی خیال کرتے ہوں کہ اس روشنی کو خدا اب واپس نہیں لے گا۔ اس لئے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی موت کا خیال بھی ان کے لئے ایک صدمہ تھا جس کو برداشت کرنا ان کی طاقت سے بالکل باہر تھا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جب

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم

فوت ہوگئے تو یہ بات صحابہؓ کے لئے اس قدر صدمہ کا موجب ہوئی کہ وہ بھی تعلیم جو متواتر تئیس سال تک خدا کا رسول اُن کو دیتا رہا اُس کو بھی وہ بھول گئے۔ جس رسولؐ نے بڑے زور سے اُن پر یہ واضح کیا تھا کہ مرنے کے بعد انسان اس دنیا میں واپس نہیں آتا جس رسولؐ نے بڑے زور سے یہ واضح کیا تھا کہ ہر انسان جو اس دنیا میں آیا وہ ایک دن مرے گا۔ اور جس رسول کے کلام میں یہ بات موجود تھی کہ ایک دن وہ خود بھی مرنے والا ہے۔ اس کی اُمت کے ایک جلیل القدر فرزند نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ جو شخص کہے گا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فوت ہوگئے ہیں۔ اس کی تلوار سے گردن اُڑا دی جائے گی۔ ہماری جماعت کے وہ لوگ جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کا زمانہ نہیں دیکھا شاید اس پر تعجب کرتے ہوں گے اور یہ واقعہ پڑھ کر اُن کو خیال آتا ہوگا کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات پر صحابہؓ کو یہ خیال کیونکر پیدا ہوگیا کہ آپؐ فوت نہیں ہوسکتے۔ مگر جب وہ اس نقطۂ نگاہ سے دیکھیں گے تو اس بات کا سمجھنا ان کے لئے کوئی مشکل نہیں رہے گا کہ جن وجودوں سے شدید محبت ہوتی ہے ان کی جدائی کا امکان بھی دل پر گراں گذرتا ہے۔ اور جب وہ وقت آجاتا ہے۔ جس کا تصور بھی انسان کو بے چین کر دیتا ہے تو عارضی طور پر انسان پر ایک سکتہ کی سی حالت طاری ہو جاتی ہے

کیا ہی سچے جذبات کا آئینہ ہے

حسان کا وہ شعر

جو انہوں نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات پر کہا جب آپؐ کی وفات اُن پر ثابت ہوگئی تو اُنہوں نے کہا:

کنت السواد لناظری فعمی علیک الناظر
من شاء بعدک فلیمت فعلیک کنت احاذر

یعنی اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم آپؐ تو میری آنکھ کی پتلی تھے۔ آج آپؐ فوت ہوئے تو میری آنکھ بھی جاتی رہی۔ یاد رکھنا چاہئے کہ اس شعر کی عظمت اور اس کی خوبی کا اس امر سے پتہ چلتا ہے کہ یہ شعر کہنے والا آخری عمر میں نابینا ہوگیا تھا اور اندھے کی نظر پہلے ہی جا چکی ہوتی ہے۔ لیکن اُس کے یہ کہنے کا کہ آپؐ

میری آنکھ کی پتلی

تھے آپؐ کی وفات سے میں اندھا ہوگیا مطلب یہ تھا کہ باوجود اس کے کہ میں اندھا تھا آپؐ کی موجودگی میں مجھے اپنا اندھا پن بُرا معلوم نہیں ہوتا تھا۔ بیشک میں نے اپنی جسمانی آنکھیں کھو دی تھیں مگر میں خوش تھا میں شادان تھا۔ میں فرحاں تھا۔ کیونکہ میں جانتا تھا کہ میری روحانی آنکھیں موجود ہیں مجھے پتلی حاصل ہے جس کے ساتھ میں اپنے خدا کو دیکھ سکتا ہوں۔ اگر میری جسمانی آنکھیں نہیں ہیں اگر میں لوٹے گلاس کو نہیں دیکھ سکتا تو کیا ہوا۔ مجھے وہ پتلی تو ملی ہوئی ہے جس سے میں اپنے پیدا کرنے والے خدا کو دیکھ سکتا ہوں۔ بھلا لوٹے اور گلاس اور رنگ کو دیکھنے میں کیا مزہ ہے۔ مزہ تو یہ ہے کہ انسان اپنے خدا کو دیکھ سکے۔ لیکن آج جب وہ پتلی مجھ سے نکل گئی ہے۔ جب وہ عینک مجھ سے چھینی گئی ہے تو

فعمی علی الناظر

اے لوگو تم مجھے پہلے اندھا کہا کرتے تھے لیکن حقیقتاً میں اندھا آج ہوا ہوں

من شاء بعدک فلیمت

میری بیوی بھی ہے میرے بچے بھی ہیں میرے اور عزیز اور رشتہ دار بھی ہیں مگر اب

مجھے کوئی پروا نہیں

کہ اُن میں سے کون مرتا ہے جو بھی مرتا ہے مر جائے اس کی موت میرے لئے اس نقصان کا موجب نہیں ہوسکتی۔ جس نقصان کا موجب میرے لئے یہ موت ہوئی ہے۔

فعلیک کنت احاذر

یا رسول اللہ میں تو اسی دن سے ڈرتا تھا کہ میری یہ بینائی کہیں چھینی نہ جائے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے جس قسم کی تاریکیوں سے لوگوں کو نکالا۔ جس قسم کی تباہیوں سے لوگوں کو بچایا جس قسم کی ذلت اور رسوائی سے نکال کر ان کو ترقی کے بلند مقام تک پہنچایا۔ اس کو دیکھتے ہوئے آپؐ کے احسانوں کی جو قدر و قیمت صحابہؓ کے دل میں ہوسکتی تھی۔ وہ بعد میں آنے والے لوگوں کے دلوں میں نہیں ہوسکتی۔ مگر پھر بھی دنیا بدلی اور بدلتی چلی گئی۔ یہاں تک کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت صرف زبانوں پر رہ گئی۔ دلوں میں سے مٹ گئی۔

خدا تعالےٰ کا نور

کتابوں میں تو رہ گیا مگر دماغوں میں سے جاتا رہا۔ دنیا خدا کو بھول گئی۔ اور اس کی لذتیں دنیا سے وابستہ ہوگئیں جس طرح کسی درخت کو ایک زمین سے اُکھیڑ کر دوسری جگہ لگا دیا جاتا ہے۔ اسی طرح خدا کی زمین میں سے لوگوں کی جڑیں اُکھڑ گئیں اور شیطان کی زمین میں جا لگیں ان کا ماحول شیطانی ہوگیا اور ان کی تمام لذت اور ان کا تمام سرور شیطانی کاموں سے وابستہ ہوگیا۔ تب اللہ تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو لوگوں کی ہدایت کے لئے مبعوث کیا۔ دنیا ان کی بعثت پر حیران رہ گئی کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد اب خدا تعالےٰ کے انعامات کو اس رنگ میں پانے والا کہ کوئی قطعی اور یقینی طور پر خدا اور بندے کو آمنے سامنے کر دے کوئی نہیں آسکتا۔ جن لوگوں کی آنکھیں کھلی تھیں۔ اُنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا آپؑ پر ایمان لائے اور اُنہوں نے یوں محسوس کیا جیسے ایک کھویا ہوا بچہ اپنی ماں کی گود میں بیٹھ جاتا ہے

اُنہوں نے دیکھا

کہ وہ لوگ جو صدیوں سے خدا سے دور جا چکے تھے اس شخص کے ذریعہ خدا کی گود میں جا بیٹھے ہیں اُن کی خوشی کا کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا۔ وہ لوگ جو سمجھتے تھے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد خدا تعالےٰ کے کسی نبی کا مبعوث ہونا ناممکن ہے جہاں ان کے غصہ کی کوئی حد نہ تھی وہاں مومنوں کی خوشی اور ان کی مسرت کی بھی کوئی حد نہ تھی اور انہوں نے یہ خیال کرنا شروع کر دیا کہ اتنے صدموں کے بعد اب کوئی اور صدمہ انہیں پیش نہیں آئے گا چنانچہ ہر شخص جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لاتا تھا الا ماشاء اللہ جس کا ایمان ابھی اپنے کمال کو نہیں پہنچا تھا۔ یہ تو نہیں سمجھتا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فوت نہیں ہوں گے مگر ہر شخص یہ ضرور سمجھتا تھا کہ کم سے کم میری موت کے بعد

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات

ہوگی۔ مگر ایک دن آیا کہ ہر شخص جو یہ سمجھ رہا تھا کہ میری موت کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام فوت ہوں گے اس نے دیکھا کہ وہ تو زندہ تھا مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالےٰ نے اُٹھا لیا۔ وہ وقت پھر اُن لوگوں کے لئے جو

سمجھے مومن تھے نہایت مصیبت کا وقت تھا۔ اور یہ صدمہ ایسا شدید تھا کہ جس کی چوٹ کو برداشت کرنا بظاہر ناممکن خیال کرتے تھے۔ لیکن خدا تعالےٰ کی طرف سے جو چیز آتی ہے اسے بہر حال لینا پڑتا ہے۔ اور انسان کو نئی حالت کے تابع ہونا پڑتا ہے۔ اس لئے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

نے فرمایا تھا کہ "اے عزیزو جب کہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالےٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلاوے سو اب ممکن نہیں ہے کہ خدا تعالےٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے۔ اس لئے تم میری اس بات سے جو میں نے تمہارے پاس بیان کی غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک میں نہ جاؤں لیکن میں جب جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا۔ جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی" (الوصیت)

اللہ بہتر جانتا ہے کہ جماعت کی یہ حالت کب تک رہے گی۔ کب تک خدا کا نور ہمارے درمیان موجود رہے گا۔ کب تک ہم اپنے آپ کو اس نور سے وابستہ رکھیں گے . . . . مگر بہر حال یہ لمبا سلسلہ بتاتا ہے کہ کس طرح ایک کے بعد ایک چیز آئی۔ لوگ جب پہلی چیز کو بھول جاتے ہیں تو خدا دوسری چیز کو بھیج دیتا ہے اور دنیا کی خوشی اور اس کی شادمانی کا سامان مہیا کر دیتا ہے۔ لیکن

ایک چیز ہے

جو شروع سے آخر تک ہمیں تمام سلسلہ میں نظر آتی ہے۔ آدمؑ آیا اور آدمؑ کے ساتھ خدا آیا۔ آدمؑ چلا گیا لیکن ہمارا زندہ خدا اس دنیا میں موجود رہا۔ نوحؑ آیا اور نوحؑ کے ساتھ خدا آیا۔ نوحؑ چلا گیا لیکن ہمارا زندہ خدا اس دنیا میں موجود رہا۔ ابراہیمؑ آیا اور ابراہیمؑ کے ساتھ خدا آیا۔ ابراہیمؑ فوت ہو گیا۔ لیکن ہمارا زندہ خدا اس دنیا میں موجود رہا۔ اسی طرح اسماعیلؑ۔ اسحاقؑ یعقوبؑ۔ یوسفؑ۔ موسےٰؑ۔ عیسیٰؑ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میں سے ہر ایک کے ساتھ خدا آیا اُن میں سے ہر ایک شخص فوت ہو گیا۔ لیکن ہمارا خدا زندہ رہا۔ زندہ ہے اور زندہ رہے گا۔ ہر شخص جو اس سے تعلق پیدا کر لیتا ہے وہ ہمیشہ اپنی جڑیں اس زمین میں پائے گا۔ جو خدا کی رحمت کے پانی سے سیراب ہوتی ہے اس پودے کی طرح اپنے آپ کو نہیں پائے گا۔ جس کی جڑیں اچھی زمین میں سے اکھیڑ کر ایک ناقص زمین میں لگا دی جاتی ہیں۔ پس یاد رکھو جسمانی تناسل انسان کو موت اور فنا کی طرف لے جاتا ہے گو وہ انسان کے لئے خوشی کا بھی موجب ہوتا ہے اور تسلی و راحت کا بھی موجب ہوتا ہے مگر روحانی تناسل جس کے ذریعہ ایک پاک انسان دوسرے پاک انسان کو پیدا کرنے کا موجب بنتا ہے دنیا سے رنج اور غم کو بالکل مٹا دیتا ہے کیونکہ اس تعلق کے لئے موت نہیں اس تعلق کے لئے فنا نہیں اور اگر بنی نوع انسان چاہیں تو وہ اپنی زندگی کو دائمی زندگی بنا سکتے ہیں۔ جس کا طریق یہی ہے کہ ہر نسل

قدرتِ ثانیہ کے مظاہر

کے ذریعہ اس طرح خدا تعالےٰ سے وابستہ رہے۔ جس طرح پہلی نسل اس سے وابستہ رہی ہو بلکہ اس سے بھی بڑھ کر کیونکہ روحانی تناسل کا انقطاع ایک موت ہے۔ لیکن جسمانی تناسل کا انقطاع صرف ایک عارضی صدمہ۔

تم عیسائیوں کو دیکھ لو

انہیں تم کچھ کہہ لو۔ چاہے ان کو خدا کا منکر کہو۔ چاہے ان کو صلیب پرست کہو۔ چاہے ان کو مشرک کہو۔ اور چاہے ان کو ضالین کہہ لو۔ مگر ایک مثال ان کے اندر ایسی پائی جاتی ہے۔ جس کی وجہ سے مسلمانوں کی آنکھ ان کے سامنے جھک جانے پر مجبور ہوتی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ اللہ تعالےٰ نے سورۂ نور کی آیت استخلاف میں وعدہ کیا تھا کہ تمہارے اندر خلافت قائم کی جائے گی۔ اور اس وعدہ کے مطابق اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کے اندر خلافت قائم بھی کی۔ لیکن مسلمانوں نے خدا تعالےٰ کی قائم کردہ خلافت کو اپنی نادانی سے اڑا دیا۔ اور عیسائیوں نے خود خلافت قائم کی۔ جو انیس سو سال کا لمبا عرصہ گزرنے کے باوجود آج تک ان کے اندر قائم ہے۔ عیسائیوں کے پوپ کو دیکھ لو۔ اس کو وہ خلیفہ کے برابر ہی سمجھتے ہیں اور باوجودیکہ مذہب نے ان کو کوئی ہدایت نہیں دی تھی۔ انہوں نے خدا تعالےٰ کی گذشتہ سنت کو دیکھتے ہوئے اسی میں اپنی بہتری سمجھی۔ اور کہا آؤ ہم اس خدائی سنت سے فائدہ اٹھائیں اور اپنے اندر خلافت قائم کریں۔ وہ قوم دینی لحاظ سے بالکل تباہ ہو گئی۔ وہ قوم اچھے اعمال کو کھو بیٹھی۔ اس قوم نے اپنے آپ کو کلی طور پر دنیوی رنگ میں رنگین کر لیا۔ اس قوم نے خدا تعالےٰ کے احکام کی خلاف ورزی کی۔ لیکن انہوں نے آج تک اس چیز کو اس مضبوطی کے ساتھ پکڑا ہوا ہے کہ آج بھی ان کا پوپ یورپ کے بڑے بڑے تاجدار اور شہنشاہ کی برابری کرتا ہے اور بعض تو یہاں تک کہہ دیتے ہیں کہ بادشاہت ہمیں پوپ سے ہی پہنچی ہے۔ یہ وہ چیز تھی۔ جو ان کی کامیابی کا موجب ہوئی۔ اگر مسلمان بھی اس کو قائم رکھتے تو آج ان کو یہ دن دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔ انہوں نے خلافت کو اڑا دیا اور پھر اپنے دلوں کو تسکین دینے کے لئے ہر بادشاہ کو خلیفہ کہنا شروع کر دیا۔ مگر کجا لکڑی کی بنی ہوئی بھینس اور کجا اصل بھینس۔ لکڑی کی بنی ہوئی بھینس کو دیکھ کر کوئی شخص خوش نہیں ہو سکتا۔ لیکن وہ اپنی اصل بھینس کو دیکھ کر ضرور خوش ہوتا ہے چاہے وہ کتنی ہی لاغر اور دبلی پتلی کیوں نہ ہو اور چاہے وہ دودھ دینے والی نہ ہو۔ مسلمانوں نے چونکہ خدا تعالیٰ کی قائم کردہ خلافت کی ناقدری کی اور اُسے اُڑا دیا اور پھر اس کی برکات کو سمجھنے کی کوشش نہ کرتے ہوئے دنیوی بادشاہوں کو خلیفہ کہنا شروع کر دیا۔ اس لئے وہ خلافت کی برکات سے محروم ہو گئے اب یہ ہماری جماعت کا کام ہے کہ وہ اس غفلت اور کوتاہی کا ازالہ کرے اور خلافت احمدیہ کو ایسی مضبوطی سے قائم رکھے کہ قیامت تک کوئی دشمن اس میں رخنہ اندازی کرنے کی جرأت نہ کر سکے اور جماعت اپنی روحانیت اور اتحاد اور تنظیم کی برکت سے ساری دنیا کو اسلام کی آغوش میں لے آئے۔

بے شک جیسا کہ میں نے بتایا ہے

یہ دنیا چلتی چلی جاتی ہے

اور اسے رنگ میں جاری ہے کہ ہر زمانہ کے لوگ اپنے آپ کو پہلوں سے ترقی یافتہ سمجھتے ہیں۔ مرنے والے مر جاتے ہیں تو لوگ کہتے ہیں۔ اب کیا ہو گا۔ لیکن ابھی ایک صدی بھی نہیں گذرتی کہ لوگ کہنا شروع کر دیتے ہیں۔ اب ہم زیادہ عقلمند ہیں پہلے لوگ جاہل اور علوم صحیحہ سے بے بہرہ تھے۔ گویا وہی جن کے متعلق ایک زمانہ میں کہا جاتا ہے کہ ان کے بغیر کوئی کام نہیں ہو سکتا۔ انہیں کو آئندہ آنے والے احمق اور جاہل قرار دیتے ہیں۔ لیکن روحانی تعلق ایسا نہیں ہوتا کہ ایک دوسرے کو جاہل کہا جا سکے نہ یہ تعلق اس قسم کی مایوسی پیدا کرتا ہے جس قسم کی مایوسی جسمانی تعلق کا انقطاع پیدا کرتا ہے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں

کہ جو شخص خدا سے تعلق پیدا کر لیتا ہے اُسے بھی غم ہو سکتا ہے۔ لیکن مایوسی اس کے دل میں پیدا نہیں ہو سکتی۔ غم ایک ایسی چیز ہے جو خدا نے روحانی ترقی کے لئے اس دنیا میں ضروری قرار دیا ہے۔ وہ دونائی ہیں۔ جو خدا نے ضروری قرار دی ہیں ایک اپنے ساتھ اور ایک اپنے بندوں کے ساتھ۔ اگر غم نہ ہو تو یہ بندوں کے ساتھ وفا نہیں سمجھی جائے گی۔ اور اگر مایوسی ہو تو یہ خدا کے متعلق بے وفائی ہوگی۔ اسی لئے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک موقعہ پر فرمایا کہ آنکھ آنسو بہاتی ہے۔ دل غمگین ہے۔ مگر ہم کہتے وہی ہیں۔ جس کا ہمیں خدا نے حکم دیا۔

لطفِ مجالس

از مکرم مولوی سمیع اللہ صاحب انچارج احمدیہ مسلم مشن بمبئی

فروری ۱۹۶۷ء کے اخیر میں چند سربرآوردہ مسلم تاجروں کا ایک وفد مجھ سے ملا۔ اور اس ملاقات کی یہ غرض و غایت بتائی کہ وہ مسلمانوں کی اصلاح و تربیت کے لئے ایک انجمن بنانا چاہتے ہیں۔ اس میں رہنمائی کی ضرورت ہے۔

مجھ سے بہت دیر تک تسلی بخش گفتگو ہوتی رہی۔ میں نے ہر طرح تعاون کا وعدہ کیا۔ اور اپنا کتابچہ "تعاون کی پیش کش" ہدیۃً دیا۔

انجمن احیاءِ اسلام مارچ میں مسلمانوں کی ایک مخلوط انجمن قائم ہوگئی۔ اس کا نام رکھا گیا "انجمن احیاءِ اسلام"۔ اس کے اغراض و مقاصد میں یہ درج کیا گیا کہ مسلمانوں کی دینی۔ معاشی اور تعلیمی تربیت کی جائے۔ بعض اخباروں کے ذریعہ بھی اہالیانِ بمبئی کو اس انجمن اور اس انجمن اور اس کے اغراض و مقاصد سے روشناس کرایا گیا۔

چند ہی دنوں کے بعد اس انجمن کے زیرِ اہتمام ہفتہ واری تقاریر کا سلسلہ شروع کیا گیا۔ مجھے بھی اس میں شرکت کی خصوصی دعوت موصول ہوئی۔ میں شریک ہؤا۔

اس انجمن کے زیرِ اہتمام جو دوسری تقریر ہوئی اس کا عنوان تھا "زکوٰۃ" اور مقرر تھے جناب قادری صاحب۔ حسنِ اتفاق کہ اس اجلاس کی صدارت کے لئے میرے نام کی تحریک کی گئی۔

یہ انجمن روشن خیال لوگوں کی ہے۔ حاضرین میں بھی زیادہ تر روشن خیال ہی تھے۔ اس لئے فاضل مقرر نے بھی تقریر میں روشن خیالی کا ثبوت دیا۔ مگر اس روشن خیالی میں مجھے جا بجا تاریکی کے گوشے نظر آئے۔ لطف یہ کہ صدرِ مجلس میں ہی تھا۔ اگر یہ تاریک گوشے نہ ہوتے تب بھی مجھے کچھ بولنا ہی تھا۔ آخر صدر کے بھی تو کچھ فرائض ہوتے ہیں۔ میں نے اپنی تقریرِ صدارت میں پردۂ ظلمت اٹھانے کی کوشش کی۔ اور واقعۃً حجرۂ تقریر کو بقعۂ نور بنانا چاہا۔ اگرچہ اس مسئلہ کا ایک پہلو خالص فقہی ہے اور میں نے کوئی مطالعہ نہیں کیا تھا۔ مگر سامعین کے نزدیک یہ تقریر کامیاب رہی۔

مگر اگلے ہفتہ جب اس انجمن کا اجلاس ہؤا تو حسنِ ظنی دیکھئے کہ اس مرتبہ بھی مجھے ہی صدرِ مجلس بنایا گیا۔ میں جب کرسیٔ صدارت پہ آیا تو دیکھا کہ اس تقریر کا عنوان ہے "اسلام اور سائنس" اور مقرر وہی ہیں جن پر میں پہلے نیش زنی کر چکا تھا۔ اس لئے اب کی صدارتی تقریر کا ارادہ نہیں تھا۔ مگر فاضل مقرر دورانِ تقریر میں روشن خیالی سے آزاد خیالی کی طرف پرواز کر گئے۔

تقریر جب ختم ہوئی تو ہر طرف سے سوالوں کی بارش شروع ہوگئی۔ حتیٰ کہ عورتوں نے بھی پردے سے سوالیہ رقعے بھجوائے۔ اور سوال کچھ ایسے رنگ برنگ کے تھے کہ فاضل مقرر کی آنکھیں بھی چکا چوند ہوگئیں۔

یہ صورتِ حالی دیکھ کر میں نے سلسلہ سوالات بند کرنے کا اعلان کیا۔ اور "اسلام و سائنس" پر میرا جو مطالعہ ہے وہ سامعین کے سامنے پیش کیا۔

اس دن جتنے سوالیہ پرچے آئے تھے واقعی بڑے معلوماتی تھے۔ اور ان سے موجودہ مسلم معاشرے کی ذہنیت پر روشنی پڑتی ہے۔ اسلامی احکام کے سمجھنے میں کتنی نکتہ سنجی سے کام لیا جاتا ہے۔ وہ سارے سوالات تو درج نہیں کر سکتا۔ البتہ ایک تعلیم یافتہ خاتون کا سوال درج کرتا ہوں۔

۱۔ انسان فطرتی طور پر صلح پسند ہے یا جنگ جو؟

۲۔ فرشتہ کے قول یسفك الدماء اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کل مولود یولد علی فطرۃ الاسلام میں کیا مطابقت ہے؟

اس کے جواب میں میں نے کہا کہ انسان طبعاً تو صلح پسند ہے۔ مگر ماحول اس کو جنگ جو بنا دیتا ہے۔ اور یہی فرشتے اور فرمانِ نبوی کے قول کے درمیان مطابقت ہے۔ پھر فارابی وغیرہ کے اقوال اور ان کی توجیہہ پیش کی۔ میرے جواب سے اس خاتون کی تسلی ہوگئی۔

غرض میں نے بھی اس دن ایک گھنٹہ صدارتی تقریر کی۔ اس کا اثر یہ ہؤا کہ اسی جگہ حاضرین نے مطالبہ کیا کہ اگلی تقریر میری رکھی جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہؤا۔ اور اگلے ہفتہ "ہماری سماجی ذمہ داریوں" کے عنوان پر میری تقریر کا اعلان ہؤا اس کے لئے انجمن کی طرف سے ایک اشتہار بھی شائع کیا گیا اور اخبار کے ذریعہ بھی اعلان کیا گیا۔

ہماری سماجی ذمہ داریاں ۲؍ اپریل کو میں روگھے مارکیٹ گیا۔ اس اجلاس کی صدارت مکرم پروفیسر نامی صاحب پی۔ ایچ۔ ڈی نے کی۔

میں نے اپنی تقریر میں پیدائش کے وقت سے موت تک انسانی زندگی میں جو موڑ آتے ہیں۔ ان کے متعلق اسلامی نقطۂ نظر پیش کیا۔ مثلاً یہ کہ بچہ کی پیدائش خدا کی قدرتوں میں سب سے بڑی قدرت کا ظہور ہے۔ سات برس کی عمر میں تاکیدِ نماز کی وجہ۔ اقسام علوم قرآنیہ جن سے طبیعات فلکیات اور الٰہیات کے منبع اخذ ہوتے ہیں۔ عائلی۔ تمدنی اور شہری زندگی۔ ان تمام مسائل پر سیر حاصل بحث کی۔ میں نے تقریر کے بعد سوالات کا وقفہ دیا۔ مگر کسی نے کوئی سوال نہیں کیا۔ البتہ ہر طرف سے اظہار پسندیدگی ہؤا۔

محترم صدر نے بھی مختصر الفاظ میں اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ اور میری تقریر پر اظہار پسندیدگی فرمایا۔

۲۳؍ اپریل کو جماعت احمدیہ بمبئی کی طرف سے نہایت تزک و احتشام کے ساتھ یوم مسیح موعود منایا گیا۔ اس کی روئداد "بدر" اور بمبئی کے اخبار اردو ٹائمز میں آچکی ہے۔

سوسائٹی آف سرونٹس آف گاڈ اسی اثناء میں ایک دلچسپ مجلس "سوسائٹی آف سرونٹس آف گاڈ" کے ہیڈ آفس مالابار ہل پر منعقد ہوئی۔ اس دن سوسائٹی کی طرف سے ایک لنگر جاری کیا گیا۔

اس سوسائٹی کے سربراہ ڈاکٹر دین شاہ مہتہ ہیں۔ اس سوسائٹی کا مقصد یہ ہے "سرمایہ کی مناسب تقسیم کرنا" جس طرح آچاریہ ونوبا بھاوے زمین کی مساوی تقسیم کر رہے ہیں۔ اسی طرح یہ سوسائٹی سرمایہ کی مناسب تقسیم کرنا چاہتی ہے۔ اس کی بہت سی شاخیں ہیں۔ اور بہت سے پرچارک۔ اس سوسائٹی کا دوسرا بڑا مقصد چھ بڑے پیغمبروں کی تعلیم کی اشاعت ہے یعنی کرشن۔ رام۔ بدھ۔ موسےٰ۔ عیسےٰ اور محمد صلوٰۃ اللہ علیہم۔

ڈاکٹر دین شاہ صاحب نے مجھ سے پوچھا کہ کیا قرآن میں بھی رام بھوجن یا "فی سبیل اللہ کھانا کھلانے" کا ذکر آتا ہے۔ میں نے اسی وقت قرآن پاک جو میرے پاس تھا چند آیات دکھائیں۔ ان میں ڈاکٹر صاحب کو سب سے زیادہ یہ آیت پسند آئی۔ ویطعمون الطعام علی حبہ مسکینا و یتیما و اسیرا اور یہ آیت انہوں نے نوٹ کی۔

عیسائیت پر تنقید اس کے بعد ڈاکٹر دلیوالی عرف سندری بہن نے یہ سوال کیا کہ آپ کا ماہنامہ میگزین "ریویو آف ریلیجنز" عیسائیت پر اتنی تنقید کیوں کرتا ہے۔ جس وقت انہوں نے یہ سوال کیا ایک مشہور عیسائی فادر سکرین وہاں بیٹھے تھے۔ اور بہت سے اونچی سوسائٹی کے لوگ بھی۔ یہ سوال میرے لئے ایک امتحان کی حیثیت رکھتا تھا۔ مگر خدا نے مدد کی اور میں حسن و خوبی سے عہدہ برآ ہوگیا۔ میں نے ڈاکٹر دلیوالی سے کہا کہ بات یہ ہے کہ آج آپ لوگوں نے جیسی سوسائٹی قائم کی ہے۔ سب سے پہلے ایسی سوسائٹی اسلام نے ہی قائم کی ہے۔ اور اس راہ میں اسلام کو جو روک نظر آتی ہے اس پر بڑی بے باکی سے تنقید کرتا ہے۔ آج آپ جتنی آسانی سے ایسی سوسائٹی قائم کرنے میں کامیاب ہو جاتی ہیں یہ صدقہ ہے اسلام کا۔ اسلام نے ہی انسانی شعور کو اتنا بیدار کیا ہے کہ آج وہ تمام انبیاء کے احترام پر تیار ہو رہا ہے۔ اسلام کو ایسے شخصی اور تمدنی احترام پیدا کرنے کے لئے بہت سی دشوار گزار راہوں سے گزرنا پڑا ہے۔ جس کی فادر سکرین شہادت دے سکتے ہیں۔ مثلاً یسوع مسیح کی شخصیت کو پاکیزہ بنا کر پیش کرنا۔ عقیدہ تثلیث و کفارہ سے معاشرے کو پاک کرنا۔ یہ اسلامی جہات ہیں۔ جو سر کی گئی ہیں۔ یہ گفتگو بہت دوستانہ فضاء میں ہوئی۔ اس میں ڈاکٹر دین شاہ مہتا نے بھی حصہ لیا۔ اور انہوں نے جا بجا اسلامی تنقید کی توثیق کی۔ اور کہا کہ اگر یہ سلسلہ بند کر دیا جائے۔ تو حقیقت کا مشاہدہ دشوار ہو جائے گا۔

اسلامی آدابِ معاشرت اس کے بعد لنگر کا افتتاح ہؤا۔ دستر خوان بچھایا گیا۔ کھانے چنے گئے۔ اس وقت میرے دل میں آیا کہ ان لوگوں کو اسلامی آداب و معاشرت سے آگاہ کیا جائے۔ چنانچہ ڈاکٹر دلیوالی اور ایک اور معزز خاتون نے جب کھانے کی پلیٹیں دیں تو میں نے ذرا بلند آواز سے جزاکما اللہ خیرا کہا۔ وہ خاتون خوش مزاج اور بے تکلف ہیں۔ فوراً مجھ سے سوال کیا کہ آپ نے یہ کیا کہا۔ مجھے موقعہ ہاتھ آیا۔ اور میں اسلام کے کھانے پینے کے آداب بتانے لگا میں نے کہا کہ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ کھانے سے پہلے ہاتھ دھوؤ۔ اور جب کھانے بیٹھو تو پہلے بسم اللہ کہو۔ اپنے سامنے کی چیز کھاؤ۔ کوئی تشکر کچھ دے تو جزاک اللہ

خیرا کہو۔ اور کھانے کے بعد الحمد للہ کہو اور اس کے بعد السلام علیکم کہو اور چل دو۔ اس پر بہت ہنسی ہوئی۔ یہ دونوں خواتین کھانے کے دوران یہ جملے دہراتی جاتی تھیں۔ اور جب سے جملے بھی دہراتی جاتی تھیں۔ یہ جملے اتنی بار دہرائے گئے کہ اکثر اشخاص کو یاد ہو گئے۔ خود ڈاکٹر دین شاہ جہتہ ہر جملہ میں اللہ کے نام سے بہت متاثر ہوئے

دوسرے دن اسی سوسائٹی کی ایک نئی برانچ کا افتتاح ہونے والا تھا۔ ڈاکٹر دیوانی نے مجھے اگلے دن کے لئے بھی دعوت نامہ پیش کیا۔ اور دروازہ تک اصرار کرتی ہوئی آئیں۔ آخر مجھے شرکت کا وعدہ کرنا پڑا۔

میں حسب وعدہ اگلے دن ہارون ہاؤس بازار گیٹ اسٹریٹ پہنچا۔ تو دیکھا کہ سینکڑوں حضرات مدعو ہیں۔ کارپوریشن کا آفس نہایت کشادہ ہے۔ ساتھ ہی ایک وسیع لائبریری بھی ہے۔ جس میں بھی میں نے منگوا کر کتب کے جماعت احمدیہ کا شائع کردہ انگریزی قرآن مجید بھی ہے۔

کھانے کا وقت آیا تو پھر وہی دونوں خواتین تشریف لائیں یعنی ڈاکٹر دلیوانی اور انکی سہیلی۔ یہاں کھانا بوفے سسٹم پر تھا۔ یہ دونوں بھی کھانے میں شریک تھیں۔ اور بات بات پر جملے بسم اللہ۔ الحمد للہ اور جزاک اللہ خیرا۔ بار بار دہرا رہی تھیں۔ یہ بے تکلفی بڑھتی گئی۔ اور دوسرے حضرات بھی ازراہ تفنن یہ جملے دہرانے لگے۔ اکثر نے بے تکلفی سے ہنس رہے تھے اب کوئی نہ تھا جس کے چہرے پر مسکراہٹ نہ کھیل رہی ہو غرض یہ مجلس بہت دلچسپ رہی

اسپریچوئل سنٹر مجھے بمبئی میں اسی قسم کی ایک اور مجلس میں شرکت کا موقعہ ملا۔ اس کا نام ہے "اسپریچوئل سنٹر" اس کے کارکن اور عہدہ دار پارسی ہیں۔ اس سنٹر کی طرف سے ایک مرتبہ مجھے ایک وفد ملا۔ اور کہا کہ اب کے ہم لوگ اپنا جلسہ سالانہ آپ کی صدارت میں کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ آپ کو میرا پتہ کیسے چلا۔ اور مجھ پر اتنا اعتماد کیسے ہوا۔ تو جواب دیا کہ آپ کا ایک لیکچر ایک انگریزی پرچہ LIVING SPEAKER میں شائع ہوا ہے۔ آپ کی یہ تقریر ہمارے حلقہ میں بہت پسند کی گئی ہے۔ اس لئے درخواست ہے کہ اسی قسم کی تقریر ہم لوگوں کے سنٹر میں بھی کریں۔ میرے نزدیک یہ درخواست تائید غیبی سے کم نہ تھی۔ فوراً اظہار رضامندی کر دیا۔ تاریخ مقررہ پر وہ لوگ اپنی کار لے کر آ گئے۔ میں جب اسپریچوئل سنٹر پہنچا تو دیکھا کہ دو سو کے قریب معقول و سنجیدہ قسم کے آدمی موجود ہیں۔ ان میں نصف عورتیں ہیں اور نصف مرد۔ دونوں کی نشستگاہیں الگ الگ ہیں وہاں مجھے معلوم ہوا کہ اس سنٹر میں ہمیشہ ایک ہی تقریر ہوتی ہے آج میری ہی صدارت بھی ہے اور میری ہی تقریر بھی۔ چنانچہ میں ایک زرق برق کرسی پر لا کے بٹھایا گیا۔ گلے میں ایک نہایت موٹا سا گجرا ڈالا گیا۔ ماحول بھی اچھا تھا فضا بھی سہانی تھی۔ میرن ڈرائیو کا علاقہ بھی تھا۔ میری تقریر کا عنوان "مقام مراقبہ" میں نے اس موضوع پر مجموم کے تقریر کی۔ یسوع مسیح۔ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خلوت و چلہ کشی کے واقعات سنائے۔ اور علم روحانیت میں اس مجاہدہ کی اہمیت بتائی۔ کرشن۔ رام۔ بدھ منیوں کا ذکر آتا گیا۔

میں جب تقریر سے فارغ ہو کر بیٹھا تو اب ایک صبر آزما سلسلہ شروع ہوا۔ یعنی مردوں نے میری دست بوسی کا سلسلہ شروع کیا۔ خیر میں نے اس پر کچھ اعتراض نہ کیا۔ لیکن مردوں کے بعد عورتوں کی باری آئی اور انہوں نے دست بوسی کے بجائے قدم بوسی شروع کر دی میں نے فوراً ان کی اس حرکت پر احتجاج کیا۔ انہوں نے جب دیکھا کہ میں جب قدم بوسی کا موقعہ نہیں دیتا۔ تو چار پانچ فٹ دوری سے ہی میرے سامنے ڈنڈوت کرنا شروع کر دیا۔ میں ہر چند منع کرتا رہا۔ مگر میری کوئی نصیحت ان پر کارگر ثابت نہیں ہوئی۔

جہانبودھی سوسائٹی اسی قسم کے دو مواقع جہانبودھی سوسائٹی، بمبئی میں بھی پیش آئے۔

پہلی مرتبہ ڈپٹی کمشنر آف سیلون کے زیر صدارت بودھوں کا ایک جلسہ ہو رہا تھا۔ اتفاق سے میں ٹہلتا ہوا پہنچ گیا۔ دیکھا کہ بزرگ جاتما گوتم بودھ کے فلسفہ پر دھواں دھار تقریریں کر رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر میری طبیعت بھی جوش میں آئی۔ اور میں نے وقت مانگا۔ بڑی مشکل سے صدر جلسہ نے مجھے پانچ منٹ کا وقت دیا۔ میں نے کہا "ایں ہم غنیمت است"۔ لیکن جب میں سٹیج پر آیا۔ اور تقریر شروع کی۔ تو چار منٹ کے بعد ہی صدر جلسہ کھڑے ہو گئے اور میرے کان میں کہا کہ آپ کے لئے وقت کی کوئی پابندی نہیں ہے۔ جتنی دیر چاہیں تقریر کریں۔ میں نے اس تقریر میں مہاتما گوتم بدھ کے متعلق مسلمان سیاحوں، مصنفوں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تاثرات بیان کئے۔ ان لوگوں کے لئے میری یہ تقریر بالکل ہی اچھوتی تھی۔ ڈپٹی کمشنر صاحب نے تو اتنی بار شکریہ ادا کیا کہ گویا وہ بالکل زچ ہو گئے ہیں

اس کے چند ہی دنوں بعد مجھے جہانبودھی سوسائٹی ٹرسٹ سے ایک دعوت نامہ آیا۔ وہاں بھی میری تقریر تھی۔ وہاں میں نے دیکھا کہ ہزاروں کی تعداد میں وہ ہریجن اکٹھے ہیں جو ابھی بودھسٹ ہوئے ہیں۔ ان کے درمیان تقریر کرنا کتنا دشوار ثابت ہوا۔ کچھ کہہ نہیں سکتا۔

پھر اس کے بعد مجھے ہر سال جہانبودھی سوسائٹی سے دعوت نامے موصول ہوتے ہیں۔ مگر اتفاق دیکھئے کہ میں ہمیشہ ان دنوں بمبئی سے باہر رہتا ہوں۔

ان تعلقات کا ایک عجیب و غریب اثر دیکھئے کہ جب سادھو سماج پریم کوٹی کے صدر کا انتقال ہوا تو ایک بہت بڑے مل مالک مجھے ان کے کریاکرم میں شریک ہونے کی دعوت دینے آئے۔ میں ہر ایسے موقع پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر درود و سلام بھیجتا ہوں جن کی تعلیمات نے میرے خیالات میں اتنی لچک پیدا کر دی کہ ہر مکتب خیال کے افراد سے میرا نباہ ہو جاتا ہے

ان تعلقات کا دوسرا فائدہ یہ ہوا کہ میں نے قرآن مجید انگریزی کے نسخے اچھے اچھے گھروں میں پہنچا دیئے۔ اور اس وقت تو اتنے آرڈر ہیں کہ میں ان کی تعمیل نہیں کر سکتا۔ اس کے علاوہ اب مجھے ہر مہینہ مختلف سوسائٹیوں میں شرکت کے متعدد دعوت نامے موصول ہو جاتے ہیں۔ میں حسب فرصت کسی میں شریک ہوتا ہوں۔ اور کسی سے معذرت کر دیتا ہوں۔

صدر ناصر کی آمد کے موقعہ پر جب وہند سوسائٹی کی طرف سے جشن استقبالیہ پارٹی کا بندوبست کیا گیا۔ اس پر مجھے بھی شرکت کی دعوت موصول ہوئی۔ اور ساتھ ہی اتنے لٹریچر موصول ہوئے کہ میرا گھر مصری سفارت خانہ کا آفس نظر آنے لگا۔

جماعت احمدیہ کا مطمح نظر جماعت احمدیہ کا خاص مطمح نظر اخلاقی و روحانی اقدار کا قیام ہے۔ اس لئے میں بھی ہمیشہ یہی نصب العین پیش نظر رکھتا ہوں۔ ورنہ بمبئی ایک ایسا شہر ہے جہاں پر تھوڑے دنوں کے بعد فرقی اداروں کو سیاسی دورہ پڑا کرتا ہے۔ ہنگری کی بغاوت سے لے کر نانا وتی کے مقدمہ تک بڑے بڑے نعرے لگتے رہتے ہیں۔ ایک بادل چھٹتا ہے تو دوسرا گھر آتا ہے۔ آج کل امریکہ کے جاسوس جہاز اور چوٹی کانفرنس میں مسٹر خروشچیف کے کردار پر ہر طرف طبع آزمائی ہو رہی ہے۔ مگر خدا نے ہمیں ان فتنوں سے دور رکھا ہے۔

رُباعیاں

از مکرم مولوی سمیع اللہ صاحب قیصر انچارج احمدیہ مسلم مشن بمبئی

(۱)

زندگی میں خودنمائی سے ہے گھبرانا گناہ
فرصتِ نشو و نما میں گُل کا مرجھانا گناہ
قانعِ تقدیر اور راہِ عمل میں سست گام
اس طرح ہے اپنی ناکامی پہ پچھتانا گناہ

(۲)

عشق نے مجھکو حیاتِ جاودانی کی عطا
نکہتِ اہلِ دل کی زندگانی کی عطا
ہو گئی خود ہی نہ پوری زیست کی حسرت مگر
مجھ کو لطفِ عشق نے وہ شادمانی کی عطا

درخواست ہائے دعا

۱۔ مکرم ڈاکٹر محمد عابد صاحب قریشی ایم بی بی ایس آف مٹ جبل پور کا بچہ عمر ۲ ماہ گذشتہ ہفتہ سے بیمار چلا آتا ہے ایک طرف کا بازو اور ٹانگ کو از خود حرکت نہیں دے سکتا۔ ڈاکٹر صاحب کی یہی پہلی نرینہ اولاد ہے بچہ کی کامل شفایابی کیلئے دعا کی درخواست ہے۔

۲۔ محترم حاجی عبد القدوس صاحب جبل پور کی طبیعت ماہ مئی ۱۹۷۵ء سے زیادہ علیل ہو گئی ہے۔ احباب ان کی کامل صحت کے لئے ان کے کاروبار کے لئے انکے اہل و عیال کیلئے دعا فرمائیں۔ خاکسار قریشی یونس احمد اسلم قادیان

"چٹیا" کی ایک شام
اور
مسئلہ وفاتِ مسیح میں احمدیت کی فتحِ تام

از مکرم مولوی عبدالحق صاحب مولوی فاضل مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ مقیم رانچی

بلاری ضلع بھاگلپور میں اللہ تعالےٰ کے فضل سے بعض احمدی نوجوانوں اور مستورات پر مشتمل ایک مخلص جماعت قائم ہے۔ جس کے صدر مکرم شیخ منظور احمد ہیں جو مکھیہ پنچایت بھی ہیں۔ اور جماعت کے مخلص نوجوان ہیں۔ اگرچہ یہ ایک نئی جماعت ہے لیکن اس کے اخلاص کی یہ علامت ہے کہ امسال اس نے ایک قابلِ دید مسجد بھی بلاری میں تعمیر کرنے کی توفیق پائی ہے جس کا ایک حصہ ابھی زیر تعمیر ہے۔ فجزاہم اللہ احسن الجزاء۔

جامع مسجد بلاری کے خطیب صاحب کا نام بھی منظور احمد صاحب ہے۔ ان سے تبادلۂ خیالات ہوتا رہتا ہے۔ اس مرتبہ جب خاکسار ماہ اپریل میں بلاری پہنچا تو انہوں نے اظہار کیا کہ مجھے چونکہ زیادہ دینی معلومات نہیں ہیں۔ چٹیا میں عالم فاضل لوگ موجود ہیں جو دور دور سے علوم دینی حاصل کر کے آتے ہیں۔ وہاں پہنچ کر تبادلۂ خیالات کیا جائے تا کہ حقیقت و صداقت مکمل قوت سے حیّز فعل میں آجائے۔

چنانچہ ان کی معیت میں خاکسار اور ماسٹر محمد عثمان صاحب بی۔ اے احمدی تین بجے دن چٹیا کی "دھکتی ہولی" مسجد میں پہنچے۔ مولانا عبدالعزیز صاحب خطیب بھی تھوڑی دیر میں مسجد میں پہنچ گئے۔ نہ تو مولانا نے خاکسار کے سلام کا جواب دیا اور نہ ہی مصافحہ کرنا گوارا کیا۔ تاہم بیٹھتے ہی ایک مجلس مذاکرہ منعقد ہوگئی جس کی رپورٹ قارئین کی ضیافتِ طبع کے لئے اختصاراً درج ذیل ہے۔

غیر احمدی۔ آپ کا مکان کہاں ہے اور آپ کس غرض سے یہاں آئے ہیں؟

احمدی۔ خاکسار قادیان دارالامان کا باشندہ ہے اور علماء چٹیا سے تعارف اور اخذِ استفادہ کی غرض سے حاضرِ خدمت ہوا ہے۔

غیر احمدی۔ آپ کے ہاں بھی متعدد مجتہدین ہو گئے ہیں۔

احمدی۔ اور آپ کے ہاں بھی متعدد مجتہدین موجود ہیں۔

غیر احمدی۔ آپ کا فریق ثانی مرزا صاحب کو مجتہد مانتا ہے۔

احمدی۔ حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کو مجتہد کوئی فریق نہیں مانتا البتہ بعض لوگ آپ کو مجدد اور بزرگ مانتے ہیں نبی نہیں مانتے۔

غیر احمدی۔ مجدد کا مقام اور مرتبہ کم ہوتا ہے اور مجتہد کا اعلیٰ۔

احمدی۔ آپ اپنے دعوے پر کوئی استشہاد پیش کریں۔

غیر احمدی۔ کیا آپ مجدد کی افضلیت پر کوئی استشہاد پیش کر سکتے ہیں؟

احمدی۔ ملاحظہ ہو حدیث شریف۔ ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی رأس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا۔ اس حدیث سے ثابت ہے کہ اللہ تعالےٰ مجدد کو مبعوث فرماتا ہے۔ لہٰذا اس کی افضلیت ظاہر و باہر ہے۔ جبکہ کسی مجتہد کے لئے اللہ تعالےٰ کی طرف سے مبعوث ہونے کے الفاظ کسی حدیث میں موجود نہیں ہیں۔

غیر احمدی۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی سے فرمایا تھا کہ کسی مسئلہ کا فیصلہ کرنے کے لئے اگر تم کتاب اللہ اور سنت رسول میں کوئی چیز نہ پاؤ تو تم کیا کروگے اس صحابی نے عرض کیا کہ اجتہاد کروں گا۔ حضورؐ نے فرمایا درست ہے لہٰذا حدیث سے مجتہد کا مقام ثابت ہے۔

احمدی۔ اجتہاد کا جواز ثابت ہو جانے سے مجدد سے مجتہد کے درجے کی بلندی ثابت نہیں ہو سکتی جب تک کہ آپ اپنی پیش کردہ حدیث میں وجہ ترجیح نہ بیان کر دیں۔ اور اس کے مقابل پر خاکسار کی پیش کردہ حدیثِ مجدد میں وجہ ترجیح یہ ہے کہ مجدد کو اللہ تعالےٰ مبعوث فرماتا ہے اور یقیناً جس ہستی کو اللہ تعالےٰ اصلاحِ خلق کے لئے مبعوث فرماتا ہے۔ اس کا مرتبہ بلند ہوتا ہے۔

غیر احمدی۔ بعث کے لغت میں بہت سے معنے آتے ہیں یہ کوئی وجہ ترجیح نہیں ہے۔ لغت کی کتاب منگوا کر متعدد معنے انہوں نے پڑھنا شروع کئے۔ (ناقل)

احمدی۔ اگرچہ کتنے ہی معنے لغت میں آئے ہوں لیکن بطور استقراء یہ بات ثابت ہے کہ اللہ تعالےٰ جس ہستی کو اصلاحِ خلق کے لئے مبعوث فرماتا ہے تو اس کا درجہ غیر مبعوث ہستی سے بلند ہوتا ہے۔ آپ اس کے خلاف قرآن و حدیث سے ایک مثال بھی پیش نہیں کر سکتے۔ نیز حدیثِ مجدد اس اعتبار سے بھی فوقیت رکھتی ہے۔ کہ یہ حدیث قدسی ہے۔

غیر احمدی۔ ضروری نہیں ہے کہ ہر حدیث قدسی غیر قدسی حدیث پر فوقیت رکھتی ہو۔

احمدی۔ من وجہہ تو حدیث قدسی غیر قدسی پر فوقیت رکھتی ہی ہے۔ کیونکہ اس کی نسبت اللہ تعالےٰ کی طرف ہوتی ہے۔ اور حدیث مجدد تو یقیناً قابلِ ترجیح ہے۔ کیونکہ یہ حدیث ہر صدی کے سر پر پیشگوئی کے طور پر پوری ہو کر اپنی صداقت ثابت کرتی رہی ہے۔ جیسا کہ چودہ صدیوں میں مجددین نے مبعوث ہو کر اس کی صداقت ثابت کی ہے۔

غیر احمدی۔ یہ خبرِ واحد ہے۔

احمدی۔ حفاظِ حدیث کا اس حدیث کی صحت پر اتفاق ہے۔ نیز آپ اپنے دعوے کے ثبوت میں اس کے مقابل پر کوئی غریب اور ضعیف ہی حدیث پیش کر دیں جس سے ثابت ہوتا ہو کہ مجتہد کا درجہ مجدد سے بڑا ہوتا ہے۔

غیر احمدی۔ بہر حال ہمارے نزدیک مجتہد بڑا درجہ رکھتا ہے۔ اور آپ کے نزدیک مجدد

احمدی۔ آپ اپنی ہی کسی تصنیف سے دکھا دیں کہ مجدد سے مجتہد بڑا درجہ رکھتا ہے۔ اور اگر آپ اپنے فرقہ کی بھی کسی کتاب سے ایسا نہیں دکھا سکتے (حالانکہ وہ ہم پر حجت نہیں) تو اس کا یہ مطلب ہے کہ آپ محض اپنے دعوے پر مصر ہیں جس کو قرآن کریم، حدیث یا خود اپنے فرقہ کی کسی تصنیف سے ثابت کرنا تو درکنار پیش بھی نہیں کر سکتے گویا آپ ہوا میں قلعہ تعمیر کر رہے ہیں

دورانِ گفتگو میں مولانا کے معاونین نے بہت سی کتب اور دیگر دلائل جمع کر دی تھیں۔ لیکن مولانا اپنا دعویٰ کسی کتاب سے بھی پیش نہ کر سکے۔

غیر احمدی۔ آپ زیادہ وقت بولنے کے لئے لیتے ہیں اور مجھے کم وقت ملتا ہے۔ اس لئے اچھی طرح سے وضاحت نہیں ہو سکتی۔

احمدی۔ اگرچہ حقیقت اس کے برعکس ہے لیکن اس کا علاج یہ ہے کہ دس دس منٹ فریقین کے لئے متعین کر دیئے جائیں۔ جس میں وہ بے تکلف دیگرے اپنا مافی الضمیر ادا کر سکیں اس تجویز کو فریقین نے تسلیم کیا مگر نماز مغرب کا وقت ہو رہا تھا اس لئے اختتامِ نماز تک یہ مجلس ملتوی کر دی گئی۔

(۲)

نماز مغرب سے فارغ ہو کر اجلاس منعقد ہوا۔ چار پانچ صد نفوس کا اجتماع تھا۔ اندازاً دس دس منٹ کی تقریریں تھیں۔ خلاصہ درج ذیل ہے:۔

مولانا عبدالعزیز صاحب۔ ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔

حضرات! یہ ایک موقعہ پیدا ہو گیا ہے کہ قادیانی حضرات کے عقائد کی ہم تردید کر سکیں۔ آج آپ لوگوں کو معلوم ہو جائے گا کہ آپ کا بیٹا اور آپ کا بھائی یہ عبدالعزیز کس قدر علم رکھتا ہے۔ آپ خاموشی سے کارروائی سنیں۔ بعض روایات میں خاتم تاء کی زیر سے آیا ہے لہٰذا آیت کریمہ میں خاتم النبیین جو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے استعمال ہوا ہے۔ تو اس کے معنے ہیں "نبوت کا ختم کرنے والا" لہٰذا اب کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ نبوت کا دروازہ بالکل بند ہے۔

ایک حدیث ہے کہ انا العاقب الذی لیس بعدہ نبی۔ یعنی میں عاقب ہوں اور عاقب وہ ہوتا ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اور حدیث ہے کہ

لَمْ یَبْقَ مِنَ النُّبُوَّۃِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ۔

یعنی نبوت باقی نہیں رہی سوائے مبشرات کے یعنی نبوت ختم ہو گئی ہے۔ صرف خوابیں خوشخبری دینے والی باقی رہ گئی ہیں۔ یعنی نبوت کا دروازہ بالکل بند ہو گیا ہے۔ اور

بلکہ کسی قسم کا کوئی نبی نہیں آسکتا مبلغ صاحب اگر ہمت رکھتے ہیں تو قرآن کریم کی کسی آیت سے شرعی نبوت کا اجراء دکھا دیں۔

خاکسار۔۔ ماکان محمد ابا احد الخ

میرے پیارے بھائیو! دوستو! اور عزیزو! سب سے پہلے میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں جس نے محض اپنے فضل سے آپ حضرات کے سامنے دینی باتیں بیان کرنے کا موقعہ عطا فرمایا۔ قرآن کریم کی آیت جو میں نے ابھی پڑھی ہے اس کا ترجمہ یہ ہے کہ محمدؐ تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور خاتم النبیین ہیں۔ اس آیت میں اس وسوسہ اور شبہ کا درحقیقت ازالہ کیا گیا ہے۔ جو قرآن کریم کے الفاظ ماکان محمد ابا احد من رجالکم سے پیدا ہو سکتا تھا۔ یعنی جب محمدؐ رسول اللہ صلعم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔ تو آپ کی نسل اولاد نرینہ سے نہیں چلے گی اور نعوذ باللہ ابتر ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ اور خاتم النبیین کے الفاظ میں اس شبہ کا ازالہ فرمایا ہے۔ یعنی رسول اللہ ہونے کے اعتبار سے ابوت معنوی مومنوں کی نسبت اور خاتم النبیین ہونے کے اعتبار سے ابوت معنوی نبیوں کی نسبت آپ کو حاصل ہے۔ لہٰذا آپ کی روحانی اولاد میں عام مومن بھی شامل ہیں اور نبی بھی۔ اور آپ بالغ مردوں کے باپ نہ ہونے کے باوجود بھی ابتر نہیں ہیں۔ یہی تشریح تحذیر الناس میں بانی دیو بند مولانا محمد قاسم صاحب نے کی ہے۔

مولانا نے خاتم النبیین کے معنے نبیوں کا ختم کرنے والا تو کئے ہیں لیکن عربی قواعد کے اعتبار سے یہ معنے تب ہو سکتے تھے جبکہ خاتم تاء کی زیر سے لکھا ہوتا۔ لیکن چھپا ہوا جس قدر مولانا کریم رکھتے ہیں انہیں کھول کر دیکھ لیا جائے سب پہ تاء کی زبر سے لکھا ہوگا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بعض روایات میں خاتم تاء کی زیر سے بھی پڑھا گیا ہے۔ لیکن ہمیں کیا مشکل پیش آگئی ہے کہ ہم چودہ سو سال کی متواتر اور مسلمہ قرأت کو چھوڑ کر غیر مسلمہ اور غیر متواتر قرأت کو اختیار کریں۔ مولانا ہی بتائیں کہ وہ تمام زندگی خاتم تاء کی زبر سے ہی قرآن کریم میں پڑھتے پڑھاتے رہے ہیں۔ لیکن آج انہیں کیا مصیبت پیش آگئی کہ وہ تاء کی زیر سے پڑھنے پسند فرما رہے ہیں جب کہ قرآن مجید میں بھی تاء کی زبر سے ہی لکھا ہوا موجود ہے۔ کیا صرف اس لئے کہ اس سے صرف احمدیت کی صداقت ثابت ہوتی ہے؟

بہت خوب! ع
خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں

لیکن اگر بفرض محال تاء کی زیر بھی تسلیم کر لی جائے تو بھی مولانا کا مقصد اس سے حاصل نہیں ہو سکتا النبیین پر الف لام نے تخصیص کر دی ہے کہ بعض قسم کے نبی بند ہیں اور بعض قسم کے بند نہیں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تو خود ہی خاتم کا لفظ استعمال فرما کر اس کے معنے حل فرما دیئے ہیں۔ انا خاتم الانبیاء وانت یا علی خاتم الاولیاء (تفسیر صافی زیر آیت خاتم النبیین)

یعنی اے علیؓ میں خاتم الانبیاء ہوں اور تو خاتم الاولیاء ہے۔ ظاہر ہے کہ حضرت علیؓ کے بعد بے شمار اولیاء اللہ ہوئے۔ لیکن آپ کے خاتم الاولیاء ہونے میں کبھی فرق نہیں آیا۔

خود مولانا بھی یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام نبی اللہ خاتم النبیین کے بعد تشریف لائیں گے پس خاتم النبیین کے معنے "نبیوں کا ختم کرنے والا" مولانا کے اپنے مسلمات کے بھی خلاف پڑتے ہیں کیونکہ ان کے اپنے عقیدہ کے مطابق حضرت عیسےٰ علیہ السلام ابھی ختم نہیں ہوئے۔

خود سورہ نساء کی ایک آیت بھی خاتم النبیین کی تفسیر کرتی ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور محمدؐ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی جو لوگ اطاعت کریں گے۔ وہ نبی صدیق شہید اور صالح کے انعامات پائیں گے (ومن یطع اللہ والرسول الخ) اس آیت کریمہ میں "النبیین" کا صریح لفظ موجود ہے پس قرآن کریم سے صریحاً نبوت کا اجراء ثابت ہو گیا۔ اور اس آیت سے یہ ثابت ہو گیا کہ آئندہ کوئی بھی براہ راست یا صاحب شریعت نبی نہیں ہوگا۔ بلکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں یعنی "اُمتی نبی" ہوگا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دعویٰ بھی اُمتی نبی ہونے کا ہے۔ (باقی)

یوم خلافت پر قادیان میں جلسہ (بقیہ صفحہ نمبر ۲)

جاری رکھتے ہوئے مقرر نے ربوہ کا قیام ۱۹۵۳ء کی شورش کے بعد جماعت احمدیہ کی حفاظت اور مخالفین کی ناکامی کا تفصیل سے ذکر کیا۔ تقریر کے آخر میں آپ نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے خلیفہ کو کس طرح ایک درد مند دل عطا فرمایا۔ جو اس کی بارگاہ والا سے اپنی دردبھری دعاؤں کے ساتھ جماعت کی فلاح و بہبودی کا طلبگار رہتا ہے۔ اس تقریر کے بعد مکرم عطاء الرحمٰن صاحب عباسی نے کلام محمود سے نظم سنائی

نظام خلافت کی ضرورت اور اہمیت

بعد ازاں محترم حکیم خلیل احمد صاحب ناظر تعلیم و تربیت نے "نظام خلافت کی ضرورت اور اہمیت کے موضوع پر مبسوط تقریر فرمائی تقریر کے آغاز میں آپ نے خلیفہ کے معنی بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ خلیفہ کے معنی کسی کے پیچھے آکر جانشین ہونے والا اور ولی عہد۔ قائمقام۔ حکومت اور بادشاہت پر حاوی و متمکن ہونے والا سردار کے ہیں۔ آپ نے آیات والشمس تجری لمستقر لها الآیۃ کی لطیف تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ جس طرح پہلے ہلال کی شکل میں دبلا پتلا سا ہوتا ہے۔ اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کو بھی پہلے کمزور اور بچہ سمجھا جاتا تھا مگر وہی بچہ آج تخت خلافت پر متمکن ہو کر بدر منیر کی طرح کفر و ضلالت سے بھرپور دنیا کو منور فرما رہا ہے۔ محترم مقرر نے شہد کی مکھیوں کی مثال دیتے ہوئے فرمایا کہ جس طرح ان میں ایک نظام ہوتا ہے اور وہ سب اپنے بادشاہ جسے عربی زبان میں یعسوب کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے کی اطاعت کرتے ہیں۔ اسی طرح روحانی دنیا میں خلافت کا نظام ضروری ہے۔ جب کہ اللہ تعالیٰ نے و اَوْحیٰ رَبُّکَ اِلَی النَّحْلِ الخ کی آیت میں منکرین خلافت کو غور و فکر کرنے کی دعوت دی ہے۔

تقریر کے آخر میں آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں مخالفین خلافت کی ناکامی کا ذکر فرمایا۔ اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے عہد خلافت میں ترکیہ کے انہدام کا تفصیل سے ذکر فرمایا کہ کس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیان فرمودہ پیشگوئیوں کے ماتحت باوجود ایڑی چوٹی کا زور لگانے اور رو رو کر دعائیں کرنے کے خلافت ترکیہ ہمیشہ کے لئے دنیا سے نابود ہو گئی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے احمدیت کے ذریعہ خلافت حقہ اسلامیہ قائم ہو چکی تھی۔ آپ نے بتایا کہ آج جبکہ دنیا پر جنگ کے مہیب بادل منڈلا رہے ہیں الٰہی فرمان (ولیبدلنھم من بعد خوفھم امناً) کے ماتحت خلافت کے ماتحت ہی امن حاصل ہو سکتا ہے۔

صدارتی تقریر

آخر میں جناب صدر نے اپنی صدارتی تقریر میں فرمایا کہ آیت استخلاف میں اللہ تعالیٰ نے جن پانچ خصوصیات کا ذکر فرمایا ہے۔ اگر ہم لوگ اپنے اندر وہ خصوصیات پیدا کر لیں تو ہمارا خوف بھی امن سے بدل سکتا ہے۔ آپ نے اسلامی خلافت کی مثال موسوی خلافت کے ساتھ دے کر فرمایا کہ جس طرح وہاں ہر خوف امن سے تبدیل ہوتا رہا۔ اسی طرح امت محمدیہ میں بھی ہر خوف امن سے تبدیل ہوتا چلا جائے گا۔ آپ نے ۱۹۳۴ء کے فتنہ احرار ۱۹۴۷ء کے فسادات اور ۱۹۵۳ء میں پاکستان میں شورش کا ذکر کرتے ہوئے خلافت کے ذریعہ سے نصرت الٰہی کا تفصیل سے ذکر فرما کر خلافت کے ساتھ وابستگی اور اطاعت اور فرمانبرداری کی روح پیدا کرنے کی تلقین فرمائی۔

تقریر کے بعد چند اطفال نے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت و عافیت کے متعلق دعائیہ نظم پڑھی بالآخر ایک پُرسوز دعا کے بعد جلسہ اختتام پذیر ہوا +

(مرتبہ ملک بشیر احمد ناصر بی اے فاضل گجراتی قادیان)

درخواست ہائے دعا

۱۔ مکرم سید محی الدین احمد صاحب ایڈووکیٹ پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ رانچی فریضہ حج کی ادائیگی کے ۲۵ رسی کو رانچی سے روانہ ہو گئے ہیں۔ موصوف کچھ بیمار بھی ہیں ان کی کامل شفایابی اور اس فریضہ کی باحسن ادائیگی کے لئے احباب دعا فرماویں۔

خاکسار عبدالحق مبلغ سلسلہ احمدیہ رانچی

۲۔ میری لڑکی ہاجرہ بیگم عرصہ سے مرض گنٹھیا میں مبتلا ہے ڈاکٹروں کا علاج سے فائدہ نہ ہوا زنانی علاج شروع کیا ہے نیز میرے بھائی فاضل کرم علی صاحب کا لڑکا نظیر الدین فالج کے حملہ کی وجہ سے ہسپتال میں زیر علاج ہے ہر دو کی شفایابی کیلئے دعا کی درخواست ہے اسکے علاوہ میری اور مرادوں بھی بزرگان سلسلہ و درویشان قادیان میرے لئے بھی دعا کریں اللہ تعالیٰ سب مرادوں

وصیّۃ

ایک ضروری تحریک

صدر انجمن احمدیہ قادیان نے اپنے ایک حالیہ ریزولیوشن کے ذریعہ فیصلہ فرمایا ہے کہ :-

* عہدیداران جماعت اور مبلغین کے ذریعہ سے وصیت کی تحریک کو تیز کیا جائے اور اخبار میں اعلان کر کے سال میں ایک ہفتہ وصیت منایا جائے اور جو مبلغ یا عہدے دار سال میں دس یا اس سے زائد وصیتیں کرائے ان کے نام خاص کارکردگی کے طور پر اخبار میں شائع کئے جائیں۔ اور انہیں انجمن کی طرف سے خوشنودی کا سرٹیفکیٹ بھی دیا جائے "

اس فیصلہ کی تعمیل میں جملہ عہدیداران جماعت اور مبلغین کرام سے گزارش کی جاتی ہے کہ وہ اپنی اپنی جماعتوں اور حلقہ جات میں وصیت کی تحریک کو تیز تر کرنے کی سعی فرمائیں۔ اور کوشش فرمائیں کہ ایک سال کے عرصہ میں ہر عہدیدار اور مبلغ کم از کم دس یا اس سے بھی زیادہ نئی وصیتیں کرائے۔ علاوہ مندرجہ بالا فیصلہ کے ایسے عہدیداران اور مبلغین کے اسماء دفتر کی طرف سے سیدنا حضرت اقدس امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کی خدمت میں دعا کے لئے بھی پیش کئے جائیں گے صدر انجمن احمدیہ کا مالی سال یکم مئی ۱۹۶۰ء تا ۳۰ اپریل ۱۹۶۱ء مقرر ہوگا۔ ہفتہ وصیت منائے جانے کا اعلان بعد میں بذریعہ اخبار کیا جائے گا۔ عہدیداران اور مبلغین کرام اپنے ذریعہ کرائی گئی وصایا کا ریکارڈ دفتر ہذا میں کراتے رہیں۔ اللہ تعالےٰ ہمارے احباب کو اسکی توفیق عطا فرمائے اور ان کے کام میں برکت دے۔ آمین

خاکسار محمد عبد اللہ سیکرٹری مجلس کارپرداز قادیان

فارم ہائے اصل آمد کا پُر کرنا کیوں ضروری ہے؟

حصہ آمد کے موصی احباب توجہ فرمائیں

اوّل - اس لئے کہ آپ نے اپنی وصیت میں اقرار کیا ہوا ہے کہ آپ اپنی آمدنی سے حصہ وصیت ادا کرتے رہیں گے۔ اور آمدنی کی کمی بیشی کی اطلاع دفتر کو دیتے رہیں گے

دوم - اس لئے کہ اب جبکہ سال ۶۰-۱۹۵۹ء ۳۰ اپریل کو ختم ہو چکا ہے دفتر کو یہ علم ہونا چاہیئے کہ اس سال اور اس سے پہلے سالوں کی جن کے فارم آپ کو بھجوائے گئے ہیں آپ کی اصل آمد کیا تھی اور کیا اس کے مطابق آپ کی طرف سے حصہ آمد کی وصولی ہو چکی ہے؟

سوم - اس لئے کہ اس کے بغیر آپ کا حساب مکمل نہیں ہو سکتا اور نہ ہی آپ کے بقایا یا ادائیگی سے آپ کو اطلاع دی جا سکتی ہے

چہارم - اس لئے کہ خود آپ کو اطمینان قلب حاصل نہیں ہو سکتا کہ آپ مالی لحاظ سے اپنے اقرار وصیت سے عہدہ برآ ہو چکے ہیں۔

پنجم - سب سے زیادہ یہ ضروری ہے کہ یہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی اطال اللہ بقاءہ کا ارشاد ہے۔ اور حضور کے اس ارشاد کی تعمیل ہر احمدی کے لئے موجب فرحت اور موصی احباب کے لئے بالخصوص باعث افتخار ہے۔

خاکسار سیکرٹری مجلس کارپرداز بہشتی مقبرہ قادیان

---

۲ - مکرم بابو تاج الدین صاحب اوورسیر سرینگر کے فرزندان مفضل الرحمن صاحب و فضل اکرام صاحب کی میٹرک اور ایف ایس سی میں اعلیٰ کامیابی کے لئے دعا کی درخواست ہے۔ الحمد للہ کہ عزیزان کے بڑے بھائی فضل الحق صاحب الیکٹریکل انجینئرنگ کے آخری امتحان میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ احباب دعا فرمائیں کہ یہ کامیابی برکت کا موجب ہو۔

ملک صلاح الدین ایم اے قادیان

تحریکِ جدید الٰہی تحریک ہے!

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ :-

" یہ مت خیال کرو کہ تحریک جدید میری طرف سے ہے۔ بلکہ میں اس کا ایک ایک لفظ قرآن کریم سے ثابت کر سکتا ہوں۔ اور ایک ایک حکم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں دکھا سکتا ہوں مگر سوچنے والے دماغ اور ایمان لانے والے دل کی ضرورت ہے۔ پس یہ مت خیال کرو کہ جو کچھ میں نے کہا وہ میری طرف سے ہے بلکہ یہ اس نے کہا ہے جس کے ہاتھ میں تمہاری جان ہے۔ میں اگر مر بھی جاؤں تو دوسرے سے یہی کہلوا دوں گا اور اس کے مرنے کے بعد اور سے۔ بہر حال چھوڑوں گا نہیں جب تک تم سے اس کی پابندی نہ کرا لوں۔ یہ پہلا قدم ہے۔"

(الفضل ۱۱ دسمبر ۱۹۳۵ء)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کے مندرجہ بالا ارشاد کی روشنی میں ہر شخص کو تحریک جدید جیسی الٰہی تحریک میں خود بخود بڑھ چڑھ کر حصہ لینا چاہیئے۔ اور پھر اپنے وعدہ کی رقم جلد از جلد ادا کر کے سابقون میں شامل ہونے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ کیونکہ قربانی کا اصل وقت پہلے چھ ماہ ہی ہوتے ہیں۔ جبکہ سلسلہ کو اموال کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ تحریک جدید کے مالی سال کے چھ ماہ گذر رہے ہیں۔ احباب کو انفرادی اور جماعتی طور پر دفتر کی طرف سے بذریعہ تحریکات و اخبارات یاد دہانی کروائی جاتی ہے لیکن دفتر دوم کے وعدہ جات دفتر اول کے معیار کے مطابق نہیں ہوئے۔

اسلئے جملہ مجالس خدام الاحمدیہ۔ صدر صاحبان اور عہدیداران مال و مبلغین سے درخواست ہے کہ وہ اس طرف خاص طور پر توجہ کریں اور تحریک جدید کے وعدہ جات اور وصولی کا جائزہ لے کر کمی کو پورا کرنے کی کوشش کریں اور اپنی کارگزاری سے دفتر ہذا کو بھی اطلاع دیں۔ ایسی جماعتوں اور حلقہ کے مبلغین و مقامی قائدین کے نام اخبار میں شائع کئے جائیں گے جن کی طرف سے چندہ تحریک جدید ۳۰ جون ۱۹۶۰ء تک سو فیصدی وصول ہو جائے گا۔ اور انکی فہرست سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی خدمت بابرکت میں دعا کے لئے پیش کی جائے گی انشاء اللہ۔

احباب اس طرف خاص طور پر توجہ فرما دیں۔ اللہ تعالےٰ آپ سب کے ساتھ ہو۔

وکیل المال تحریک جدید قادیان

عید فنڈ

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ مبارک سے چندہ عید فنڈ کی شرح ہر کمانے والے کے لئے کم از کم ایک روپیہ فی کس مقرر ہے۔ قیمت خرید کے اعتبار سے اُس وقت کے ایک روپیہ کی قیمت موجودہ وقت سے چار گنا تھی۔ اس زمانہ میں احباب کی آمدنیاں بھی کئی گنا بڑھ چکی ہیں۔ لیکن ایک روپیہ فی کس کے لحاظ سے بھی احباب عید فنڈ میں ادائیگی نہیں کرتے۔ جس کے نتیجہ میں اس مد میں وصولی نا تسلی بخش ہوتی ہے۔

احباب کو توجہ دلائی جاتی ہے کہ عید کی خوشی میں وہ سلسلہ کی ضروریات کو بھی سامنے رکھیں۔ اور حسب توفیق زیادہ سے زیادہ رقم عید فنڈ میں دے کر ثواب کے اس موقعہ سے فائدہ اُٹھائیں۔ اور عید کے اخراجات میں کفایت کر کے کم از کم اس کا نصف حصہ عید فنڈ میں دے کر اللہ تعالےٰ کے فضلوں کے وارث بنیں۔

عہدیداران کو ابھی سے عید فنڈ کی وصولی شروع کر دینی چاہیئے۔ یاد رہے کہ عید فنڈ مرکزی چندہ جات میں سے ہے اور اس کی سالم رقم مرکز میں آنی چاہیئے۔

ناظر بیت المال قادیان

درخواست ہائے دعا

۱ - مورخہ ۲۰ اپریل ۱۹۶۰ء کو مجھ پر دائیں طرف فالج کا حملہ ہو گیا تھا۔ ۲۹ اپریل سے آج تک ڈاکٹری علاج شروع ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے تین انجکشن اس روز کے بعد میں اور بھی کئے۔ آج ۱۰ مئی ہے۔ دائیں پاؤں سے بالکل معذور ہوں۔ پاتکا زمین پر نہیں ٹکتا ہے یعنی چلنے پھرنے سے معذور ہوں۔ تمام احباب جماعت سے مؤدبانہ گزارش ہے کہ مہربانی فرما کر میرے لئے خاص طور پر دعا فرمائیں۔ اللہ تعالےٰ صحت کاملہ عطا کرکے ایمان کامل عطا کرے۔

خاکسار راجہ غلام محمد خاں صدر جماعت احمدیہ یک ایئر بیج کشمیر

خبریں

انقرہ ۲۸ رمئی۔ حکومت کے خلاف کئی ہفتوں سے فسادات اور روز افزوں بے چینی کے بعد ترکیہ کی مسلح افواج نے پرسوں آدھی رات کو کسی خون خرابے کے بغیر حکومت کا انتظام خود سنبھال لیا۔ اور بری فوج کے سابق کمانڈر انچیف جنرل جمال گرسل کو قومی اتحاد کمیٹی کا سربراہ مقرر کر دیا۔ صدر جلال بایار، وزیر اعظم عدنان مندریس، کابینہ کے ارکان، چیف آف جنرل سٹاف فوج اور پولیس کے سربراہ علاقائی گورنر لفٹننٹ گورنر اور پارلیمنٹ کے کئی موجودہ ارکان حراست میں لے لئے گئے ہیں۔ قومی اتحاد کمیٹی نے ریڈیو پر اعلان کیا ہے کہ اس نے اقتدار اسلئے سنبھالا ہے کہ جس قدر جلد ممکن ہو ملک میں آزادانہ اور غیر جانبدارانہ انتخابات کرائے جائیں۔ کمیٹی نے تمام سیاسی جماعتوں کی سرگرمیوں عام جلسوں اور جلوسوں کی ممانعت کر دی ہے۔ اس نے یہ اعلان بھی کیا ہے کہ ترکیہ اقوام متحدہ نیٹو سیٹو اور دوسرے معاہدوں اور سمجھوتوں کا بدستور پابند رہے گا۔ کمیٹی نے ترک عوام سے اپیل کی ہے کہ وہ پرسکون رہیں اس نے اقتدار محض اسلئے اپنے ہاتھ میں لیا ہے کہ ملک کو خانہ جنگی سے بچایا جائے۔

ماسکو ۳۰ رمئی۔ روس کے وزیر دفاع مارشل مالنوسکی نے اعلان کیا ہے کہ انہوں نے روس کی راکٹ فوج کے کمانڈر انچیف کو یہ حکم جاری کر دیا ہے کہ ہر اس اڈے پر جہاں سے اڑ کر کوئی ہوائی جہاز روس کی ہوائی سرحدوں کی خلاف ورزی کرے راکٹوں سے حملہ کر دیا جائے۔ روسی وزیر جنگ نے یہ اعلان کریملن میں روسی ورکروں کی ایک بھاری میٹنگ میں تقریر کرتے ہوئے کیا۔ جس میں مسٹر خروشچیف بھی شامل تھے

اور دعوے کیا کہ روس کے طیارہ شکن راکٹ ۹۰ ہزار فٹ سے بھی زیادہ بلندی پر نشانہ مار سکتے ہیں۔ جس کے متعلق امریکہ کا یہ کہنا ہے کہ اس کے یو ٹو جاسوس ہوائی جہاز اتنی بلندی پر پرواز کرتے ہیں روسی وزیر جنگ نے یہ بھی دعوے کیا کہ اس وقت تک کوئی ایسا ہوائی جہاز نہیں بنا جس تک روسی راکٹ پہنچ نہ سکتے ہوں۔

روسی نیوز ایجنسی طاس کی اطلاع ہے کہ مارشل مالنوسکی نے اپنی تقریر میں یہ وارننگ دی کہ روس کے پاس قدر طاقت موجود ہے کہ وہ حملہ آور ملک اور اس کے حمایتی ممالک پر ڈوردار ضرب لگا سکے خواہ ایسا ملک سات سمندر پار ہی کیوں نہ ہو اور کہا کہ یہ کوئی دھمکی نہیں محض ایک وارننگ ہے روسی وزیر جنگ نے مزید کہا کہ روس کی راکٹ فوجوں کو حملہ کرنے کے لئے دیا گیا حکم ایک جائز فیصلہ ہے کیونکہ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اڑ کر آنے والے غیر ملکی ہوائی جہاز نے کیا یہ ہو سکتا ہے کہ ایسا ہوائی جہاز ہائیڈروجن بم سے لیس ہو۔

چنڈی گڑھ ۳۰ رمئی سرکاری طور پر بتایا گیا ہے کہ اب تک پنجاب میں ۵۲۵ وکلاء گرفتار کئے گئے ہیں۔

واشنگٹن ۳۰ رمئی۔ پاکستان کے وزیر خارجہ مسٹر منظور قادر نے ایک ٹیلی ویژن انٹرویو کے دوران میں کہا کہ جنوب مشرق ایشیا کے فوجی معاہدہ سیٹو کا ایک فائدہ یہ ہوا ہے کہ کمیونسٹوں نے سیٹو کے کسی بھی ممبر کے خلاف کاروائی نہیں کی ہے جبکہ انہوں نے کئی ایسے ایشیائی ملکوں کے خلاف کاروائی کی ہے جو کہ سیٹو کے ممبر نہیں۔ انہوں نے ایک اور سوال کے جواب میں کہا کہ افغانستان سے پاکستان کی کوئی دشمنی نہیں ہے۔ پاکستان کی فوجی طاقت بالکل اپنی دفاعی ضروریات کے لئے ہے۔ اسے پاکستان کی طرف سے خطرہ نہیں ہے البتہ افغانستان روس سے امداد لے کر پاکستان کے علاقہ پر پہلے چوڑے دعوے کر رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ امریکہ کے جاسوس ہوائی جہاز یو ٹو کی روس پر پرواز اور اسے مار گرائے جانے کے واقعہ کے بعد روس نے پاکستان کو براہ راست دھمکیاں دی ہیں اس کے نتیجہ کے طور پر لوگوں میں اس امر کا احساس ہے کہ پاکستان کو مشکل حالات کا سامنا ہے۔ لیکن لوگوں میں کسی قسم کا خوف و ہراس موجود نہیں ہے انہوں نے اعتراف کیا کہ پاکستان میں امریکہ کے اڈے موجود ہیں مسٹر منظور قادر نے ایک اور سوال کے جواب میں کہا کہ پاکستان کسی ملک کی فوجی جاسوسانہ سرگرمیوں میں حصہ نہیں لینا چاہتا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے امریکہ سے پروٹسٹ کیا تھا اور کہا تھا کہ ہمیں یقین دلایا جائے کہ آئندہ اس قسم کی اڑانیں نہیں ہونگی۔ چنانچہ امریکہ نے اس مطلب کی یقین دہانی کرائی ہے مسٹر قادر نے یہ الزام پھر دہرایا کہ روس کے ہوائی جہاز پاکستان کے علاقہ پر پرواز کرتے رہے ہیں۔ وزیر اعظم روس مسٹر خروشچیف نے بھارت۔ چین، انڈونیشیا کو آئندہ چوٹی کانفرنس پر شامل کرنے کی جو تجویز رکھی ہے اس کے متعلق ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے مسٹر منظور قادر نے کہا کہ اس صورت میں پاکستان بھی مطالبہ کرے گا کہ اسے بھی کانفرنس میں شامل ہونے کی دعوت دی جائے۔

انقرہ ۳۰ رمئی۔ مسٹر گیڈیٹرز کی کے سابق ہوم منسٹر جو کہ وزیر اعظم کا دایاں ہاتھ سمجھے جاتے تھے آج صبح چار منزلہ عمارت سے کود کر خودکشی کر لی۔ انہیں گرفتاری کے بعد انقرہ کی فوجی اکیڈیمی کی عمارت میں نظر بند رکھا گیا تھا۔ مگر وہ چوتھی منزل کی کھڑکی میں سے نیچے کود پڑے اور دم توڑ گئے۔ چونکہ محکمہ پولیس آپ کے ماتحت تھا اسلئے اپوزیشن پارٹی پر تمام تر سختیوں اور گرفتاریوں کی ذمہ داری آپ پر تھی

انقرہ ۳۰ رمئی۔ انقرہ ریڈیو نے اعلان کیا ہے کہ کل ترکی کی نئی عارضی گورنمنٹ کی ایک میٹنگ منعقد ہوئی۔ فوجی انقلاب رونما ہونے کے بعد نئی وزارت کی یہ پہلی میٹنگ تھی۔ میٹنگ کے بعد جنرل جمال گرسل وزیر اعظم نے اپنے سٹاف کے ممبروں کے ساتھ بات چیت کی۔ بات چیت کے وقت دو جونیئر افسر ٹامی گنوں سے مسلح پہرہ دے رہے تھے۔ دریں اثنا انقرہ کے فوجی کمانڈر نے ایک اعلان جاری کیا ہے۔ جس میں لوگوں کو تلقین کی گئی ہے کہ وہ مظاہرے نہ کریں۔ اتاترک سٹریٹ کو جو کہ سب سے بڑی سڑک ہے اور انقرہ کے بیچوں بیچ سے گزرتی ہے پرائیویٹ موٹر گاڑیوں کے لئے بند کر دیا گیا ہے۔ کل اس سڑک پر نوجوانوں سے بھرے ہوئے ٹرکوں نے بھیڑ پیدا کر دی تھی یہ نوجوان فوجی انقلاب کی خوشی منا رہے تھے کل بھی انقرہ ہر طرح امن و امان رہا۔ ڈرائیوروں کو فوج کا بدستور یہ حکم تھا کہ وہ سامان کے کمپارٹمنٹوں کو کھلا رکھیں تاکہ کوئی ایسا شخص اس میں نہ چھپ سکے جو کہ فوج کو مطلوب ہے

جماعت ہائے جموں و پونچھ کا تبلیغی و تربیتی دورہ

مکرم مولوی شریف احمد صاحب امینی فاضل مبلغ سلسلہ احمدیہ جون ۱۹۶۰ء کے پہلے عشرہ میں جماعت ہائے احمدیہ جموں و پونچھ کا تبلیغی و تربیتی دورہ شروع کریں گے۔ دورہ کا پروگرام درج ذیل ہے۔ جملہ عہدیداران جماعت ہائے جموں و پونچھ ان سے تعاون فرما کر زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائیں

۷ رجون ۱۹۶۰ء جموں رسید گی

۸ ۶/۶۰	جموں سے چارکوٹ	۸ ۶/۶۰ شام
۱۲ ۶/۶۰	چارکوٹ سے پونچھ	۱۲ ۶/۶۰ شام
۱۸ ۶/۶۰	پونچھ سے سرنکوٹ	۱۸ ۶/۶۰ شام
۲۳ ۶/۶۰	چارکوٹ سے دھرم سال	۲۳ ۶/۶۰ شام
۲۶ ۶/۶۰	دھرم سال سے چارکوٹ	۲۶ ۶/۶۰ شام
۲۷ ۶/۶۰	چارکوٹ سے بڑھانوں تیال	۲۷ ۶/۶۰ شام
۳۰ ۶/۶۰	بڑھانوں سے جموں	۳۰ ۶/۶۰ شام
۲ ۷/۶۰	جموں سے بھدرواہ	۲ ۷/۶۰ شام
۶ ۷/۶۰	بھدرواہ سے جموں	۶ ۷/۶۰ شام

ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان